(حقوق محفوظ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکمل شرح کلام غالب

یعنی

غالب کے غیر مطبوعہ کلام کی مفصل اور مکمل شرح

از مولوی عبدالباری صاحب آسی الدنی سکریٹری انجمن خاصان ادب لکھنؤ

حسب فرمایش منیجر صدیق بکڈپو امین آباد پارک لکھنؤ

(اشاعت العلوم پریس لکھنؤ میں چھپی)

مقصد

شرح دیوان غالب جدید

مین جانتا ہون اور خوب جانتا ہون کہ دیوان غالب کے پڑھنے والون نے کبھی نہ کبھی تو ضرور یہ شعر پڑھے ہی ہون گے کہ ؎

ہمارے شعر ہین اب صرف دلگی کے اسد
کھلا کہ فائدہ عرض ہنر مین خاک نہین

مشکل ہے زبس کلام میرا اے دل
سُن سُن کے اُسے سخنوران کامل

آسان کہنے کی کرتے ہین فرمایش
گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل

رہا یہ خیال کہ کسی کو اس بات پر غور و فکر کا موقعہ ملا یا نہین - مجھے اس کا جواب میری بدگمانی کی طرف سے نفی ہی مین ملتا ہے بہت ممکن ہے کہ یہ غلط ہو مگر کم از کم مین ابتک یہی خیال کرتا ہون کہ جواب صحیح ہے اور بالکل صحیح ہے لہذا اس کی تشریح و توضیح کی ضرورت پڑتی ہے -

آج ہم جب غالب کے متداول اور مروج دیوان کو دیکھتے ہین تو ہم کو اُس مین تین قسم کا کلام نظر آتا ہے -

ایک وہ جس نے عام لوگون کی نظرون مین غالب کو غالب بنایا ہے اس سے میری مراد وہ کلام ہے جو سہل اور سہل تر ہے اور جس مین ایک منٹ بلکہ ایک سکنڈ بھی کسی کو سر جھکانے اور سوچنے کی ضرورت نہین پڑتی - اس کی مثال مین یہ شعر پیش کئے جاسکتے ہین -

کعبے کس منہ سے جاؤ گے غالب — شرم تم کو مگر نہین آتی
رونے سے اور عشق مین بیباک ہو گئے — دھوئے گئے ہم اتنے کہ بس پاک ہو گئے
بوسہ دیتے نہین اور دل پہ ہے ہر لحظہ نگاہ — جی مین کہتے ہین کہ مفت آئے تو مال اچھا ہے
اور بازار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا — ساغر جم سے مرا جام سفال اچھا ہے
نہوئی گر مرے مرنے سے تسلی نہ سہی — امتحان اور بھی باقی ہو تو یہ بھی نہ سہی

اس قسم کے بہت سے اشعار ان کے دیوان مین موجود ہین جن کو دیکھنے والا ایک حصہ سے تعبیر کرسکتا ہے مگر یہ تحقیق صرف یہ بتا کر ختم نہین ہو جاتی کہ سہل اشعار کا ایک حصہ ان کے کلام مین موجود ہے - بلکہ کاوش تنقید اس قسم کے اشعار کو بھی دو حصون پر تقسیم کرتی ہے - ایک وہ کہ جن کو صرف شعر کہا جاسکتا ہے اور زیادہ سے زیادہ ان کو غالب کے نام سے منسوب کرکے ذوق سلیم کو کچھ خفت نہین ہوتی ان کی نظیر مین مندرجۂ بالا اشعار پیش ہوسکتے ہین - غور سے دیکھئے تو ان مین کوئی ندرت خیال کوئی جدت تخئیل کوئی خاص طرز بیان نہین ہے بلکہ صرف شعر کی حدود مین ہین - بہت سے بہت یہ کہ غلطیون سے مبرا ہین اور بس مگر اس کے برعکس دوسری قسم کے وہ اشعار ہین جو سہل بھی ہین اور پھر ان مین جذبات بھی ہین نئے انداز بیان بھی ہین حسن تعلیل اور چستی بندش بھی ہے - شوکت الفاظ بھی ہے سادگی بھی ہے روانی بھی ہے - مثلاً

موت کا ایک دن معین ہے — نیند کیون رات بھر نہین آتی
آگے آتی تھی حال دل پہ ہنسی — اب کسی بات پر نہین آتی
ہزارون حسرتین ایسی کہ ہر حسرت پہ دم نکلے — بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے
نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے تھے لیکن — بہت بے آبرو ہو کر ترے کوچے سے ہم نکلے
ایک ہنگامہ پہ موقوف ہے گھر کی رونق — نوحہ غم ہی سہی نغمۂ شادی نہ سہی
اُن کے دیکھے سے جو آجاتی ہے منہ پر رونق — وہ سمجھتے ہین کہ بیمار کا حال اچھا ہے
قفس مین مجھ سے روداد چمن کہتے نہ ڈر ہمدم — گری ہے جس پہ کل بجلی وہ میرا آشیان کیون ہو

یہ اور اسی قسم کے دوسرے اشعار وہ ہین جو یا تو میر کی تتبع مین کہے گئے ہین اور یہ وہ زمانہ ہے جب غالب کو میر کے اتباع کا خیال پیدا ہوا ہے جیسا کہ جذبات کی روانی مین دو ایک جگہ وہ اس کا اظہار بھی کر گئے ہین - بقول

ریختی کے تمھین اُستاد نہین ہو غالب
کہتے ہین اگلے زمانے مین کوئی میر بھی تھا

یا

غالب اپنا یہ عقیدہ ہو بقول ناسخ
آپ بے بہرہ ہی جو معتقد میر نہین

مگر اس قسم کے اشعار زیادہ نہین ہین اس کی دو وجہین سمجھ مین آتی ہین یا تو یہ کہ میر تقی کے اتباع کا خیال چند ہی روز تک اُن کی دماغی نشو و نما کا مہمان رہا ہو اور پھر ہمیشہ کے لئے خیر باد کہہ کر خود مرزا کو موجد اور صاحب طرز بنا یا گیا ہے یا یہ کہ زمانہ نے اس اتباع کی اُس وقت قدر نہین کی اس واسطے کہ میر ـ سودا ـ مصحفی میر سوز ـ میر درد ـ میر حسن اور اُن کے دوسرے معاصرین کے کلام کا جوہر تاثیر و تاثر سوز ـ درد ـ جذبات حزن کی برانگیختگی یا بہ الفاظ دیگر رثائیت ـ بین ـ بکا وغیرہ ہی ـ اور یہ اس درجہ عام ہو کہ ہر اچھے بُرے کہنے والے کے کلام مین کچھ نہ کچھ یہ رنگ موجود ہی ـ بلکہ یون سمجھئے کہ اُس زمانہ کی شاعری کے کالبد کا روح رواں یا بصورت تنزل عناصر اربعہ شعر کا ایک ضروری عنصر ہے ـ

مگر جرات ـ انشا ـ صادق علی خان اختر ـ نظیر ـ شاہ نصیر وغیرہ نے اس قدیم رنگ کو متروک قرار دیکر اس مین رنگ ابنساطی ـ اور تفریحی ـ ساقی و شراب مغنی و رباب وغیرہ کو بھی شامل کیا ہی اور ایوان شاعری مین ایک نئی تعمیر کا اضافہ فرمایا ہے میرے کہنے کی بات نہین ہو دیکھنے والے خود دیکھ لین کہ انشا جرات اور متقدمین کے دیوانون مین زمین و آسمان اور آفتاب و ماہتاب کا فرق نظر آتا ہی ـ یہ میرا دعویٰ نہین ہے کہ ان لوگون نے قدیم رنگ کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ ہی دیا ـ نہین نہین ہرگز نہین وہ قدیم رنگ بھی قائم رہا اور اس مین کچھ جدید اضافون کے ساتھ اور اور بھی گلکاریان ہوتی رہین ـ برعکس اس کے یہ بھی نہین کہ شذ و ذ کے طریقہ پر بھی متقدمین کے یہان انبساطی رنگ کا وجود نہین ـ بحث اکثریت پر ہوا کرتی ہو یہان بھی وہی بحث ہو ـ

جرات اور انشا وغیرہ کا زمانہ اور شاہ نصیر کا دور ختم ہونے پر لکھنؤ اور دلی کی شاعری کے دو اسکول مستقل بن گئے ـ ناسخ اور آتش نے لکھنؤ کی دنیائے شاعری کو بدلا اور مومن ـ ذوق ـ غالب ـ آزردہ ـ شیفتہ وغیرہ نے دلی کی شاعری کو تغیر دیا ـ یہی وجہ ہو کہ شاہ نصیر کے بعد کے جتنے دلی والے شاعرون کے دیوان دیکھئے گا ایک کے یہان بھی درد اور میر تقی میر کا رنگ نہ پایئے گا بلکہ ایسا معلوم ہوگا جیسے ایک شخص یوپی سے چل کر سی پی کی سرحد مین پہونچ جائے اور وہان کچھ اثر ادہر کا اور کچھ ادہر کا پائے ـ

جب یہ سب حالات مسلم ہین تو ماننا پڑے گا کہ مرزا نے میر تقی میر کے اتباع سے بعد کو عمداً چشم پوشی کی اور اسی روش کو مطبوع طبع بنا لیا جس پر اُن کے معاصرین تھے اس کی دلیل یہی ہے کہ اُن کے کلام کا بیشتر حصہ ایسا ہے جو ہرگز میر کے کلام سے مشابہ نہین ہے ـ

غرضکہ ایک قسم کے کلام کی تشریح تو یہ ہو جو اوپر ہو چکی ـ دوسری قسم وہ ہو جس مین شوکت الفاظ اور بلندی تخیل عمق مضامین ہو اور یہ حصۂ کلام دیوان غالب مین بہت زیادہ ہے اگرچہ قدرتی طور پر اس مین بھی دو صورتین پیدا ہو گئین ـ ایک صورت وہ ہو جس مین صفائی روانی چستی بندش کا زیادہ خیال کیا گیا ہو ـ اور معانی آفرینی سے زیادہ غرض نہین رکھی دوسری قسم وہ ہو جس مین معانی آفرینی شوکت الفاظ منطقی چاشنی حکیمانہ اور فلسفیانہ نکات اور کچھ نہ کچھ مراعات لفظی کا حصہ بھی موجود ہو یہ رنگ کلام بھی دیوان کا جزو غالب ہو ـ اور اس رنگ نے بھی غالب کو غالب بننے مین اچھی خاصی مدد دی ہے بلکہ یہ کہنا کچھ غلط نہ ہوگا اگر مین کہہ دون کہ غالب کو صاحب طرز اسی رنگ نے بنایا ـ اگر فی زماننا لوگ یہ سمجھتے ہین کہ غالب کے قابل قدر اشعار وہ ہین جو میر تقی میر کے رنگ مین کہے گئے تو میرے نزدیک یہ کہنا صحیح نہین اور اس خیال کی کوئی اہمیت میرے دماغ مین نہین ہو کہ غالب کو غالب میر کے اتباع نے بنایا ـ یہ اور بات ہو کہ وہ رنگ جو میر کے تتبع مین ہو بہت چوکھا ہو مگر اس بات کو کبھی نہ بھلانا چاہئے کہ کسی کامل کا تتبع اور کسی صاحب طرز کا اتباع کسی کو صاحب طرز نہین بنا سکتا بلکہ موجد اور صاحب طرز کا خطاب وہی رنگ دلا سکتا ہے جو اپنا طبعزاد ہو جیسا کہ غالب کے یہان اس کے ثبوت مین مین یہ اشعار پیش کر سکتا ہون ـ

نہ لڑ ناصح سے غالب کیا ہوا گر اس نے شدت کی
ہمارا بھی تو آخر زور چلتا ہے گریبان پر

کسی کو دیکے دل کوئی نوا سنج فغان کیون ہو
نہ ہو جب دل ہی پہلو مین تو پھر منہ مین زبان کیون ہو

ہمارے ذہن مین اس فکر کا ہو نام وصال
کہ گر نہ ہو تو کہان جائین ہو تو کیون کر ہو

سنتے ہین جو بہشت کی تعریف سب درست
لیکن خدا کرے وہ تری جلوہ گاہ ہو

ہوا ہون عشق کی غارت گری سے شرمندہ
سوائے حسرت تعمیر گھر مین خاک نہین

جب وہ جمال دلفروز صورت مہر نیم روز
آپ ہی ہو نظارہ سوز پردے مین منہ چھپائے کیون

سمجھ کے کرتے ہین بازار مین وہ پرسش حال
کہ یہ کہے کہ سر رہگذر ہے کیا کہیے

حسن اور اسپہ حسن ظن رہ گئی بوالہوس کی شرم ۔۔۔ اپنے پہ اعتماد ہے غیر کو آزمائے کیون

جاتا ہون داغ حسرت ہستی لئے ہوئے ۔۔۔ ہون شمع کشتہ درخور محفل نہین رہا

رشک کہتا ہو کہ اس کا غیر سے اخلاص حیف ۔۔۔ عقل کہتی ہو کہ وہ بے مہر کس کا آشنا

مرشک سر بصحرا دادہ نور العین دامن ہے ۔۔۔ دل بے دست و پا افتادہ برخوردار بستر ہے

سرمۂ مفت نظر ہون مری قیمت یہ ہے ۔۔۔ کہ رہے چشم خریدار پہ احسان میرا

جاتی ہو کوئی کشمکش اندوہ عشق کی ۔۔۔ دل بھی اگر گیا تو وہی دل کا درد تھا

ممکن ہو کہ میرے اس انتخاب سے اہل نظر مطمئن نہون مگر مین اسی قسم کے کلام کو غالب کا رنگ خاص سمجھتا ہون اس کے ماسوا وہ کلام ہو جس مین یا تو اشکال ہو اور یا تخئیل اس قدر پیچیدہ ہو کہ خود غالب بھی اب قبر سے اٹھکر آئین تو پہرون ان کو بھی اُنکے معنون مین غور کی ضرورت پڑے اور دانتون مین انگلی دبائے دیر تک سوچتے رہین کہ یا خدایا یہ مین نے کیا کہا تھا اور یا پھر وہ اتنا سہل ہو جو غالب کے نام کے سامنے کچھ وزنی نہین معلوم ہوتا۔

مرزا کے کلام کا تیسرا حصہ وہ ہو جو اس وقت زیر بحث ہے اور جو بوجہ مشکل ہونے اور بوجہ خیالی ہونے کے انہون نے اپنے دیوان سے خارج کر دیا آج اُس کے چند نمونے بطور باقیات الصالحات کے دیوان مین کہین کہین دکھائی دیجاتے ہین ورنہ اس کا اصل ذخیرہ اس مین نہین ہے۔

بیشک وشبہ یہی وہ کلام ہو جس کی نسبت مرزا نے خود ایک خط مین یہ عبارت لکھی ہو "پندرہ برس کی عمر سے پچیس برس کی عمر تک مضامین خیالی لکھا کیا دس برس مین بڑا دیوان جمع ہو گیا تو اس دیوان کو دور کیا۔ اوراق یک قلم چاک کئے۔ دس پندرہ شعر واسطے نمونے کے دیوان حال مین رہنے دیے۔"

یہین یہ بھی لکھنا ضروری ہو کہ مرزا کا عقیدہ تھا کہ شاعری کے معنی مضمون آفرینی کے ہین اگر شعر مین مضمون آفرینی یا کوئی نئی بات نہو تو شعر کہنا بیکار اور کوشش لاحاصل ہو اسی خیال کی بنا پر انہون نے بیدل اور شوکت و اسیر کا تتبع شروع کیا۔ یہ وہ لوگ ہین جنکے یہان مضمون آفرینی کے دریا بہہ رہے ہین۔ اور ہر مضمون کی تہ مین کوئی نہ کوئی ایسے بلیغ معنی ہین کہ دیکھکر جی پھڑک اٹھتا ہو تتبع اور تقلید اس کے بغیر ممکن ہی نہین ہو کہ جس کا تتبع ہے اس کی روشن کو ذہن نشین کرنے کے واسطے اس کے طرز کلام کو دیکھا جائے اور غور سے دیکھا

جائے۔ مرزا نے بھی اول اول مین ان لوگون کے دواوین کا مطالعہ کیا ہوگا مگر مطالعہ کے لئے امعان نظر او سمجھ کی پہلی شرط ہو مگر مرزا نے پندرہ برس کی عمر سے شاعری کی ابتدا کی اور سب سے پہلے اردو مین شعر کہنا شروع کئے۔ پھر یہ کون خیال کر سکتا ہو کہ انھون نے اُس سے زیادہ سمجھا ہوگا جیسا کہ ایک پندرہ برس کے لڑکے کو سمجھنا چاہئے اور یہی وجہ تھی کہ انہون نے بیدل کے یہان سے وہ کلام قابل انتخاب اور قابل تقلید سمجھا جس مین انھون نے خیالی مضامین دیکھے۔ ورنہ کیا بیدل کے یہان ایسے شعر نہین ہین جن مین حقایق و معارف عبرت و نصیحت بھری ہوئی ہے جو بظاہر رنگینیون کا مجسمہ معلوم ہوتے ہین مگر بیرنگی کی تعلیم دیتے اور دل کو دنیا اور دنیا کے کاروبار سے اُچاٹ کر دیتے ہین۔ بہرصورت جیسا کہ خود مرزا نے گل رعنا[1] کے دیباچہ مین لکھا ہو انہون نے اپنی شاعری کی ابتدا اُردو سے کی اور خیالی مضامین پر اپنے کمال کی بنا رکھدی۔

اُن کو دو مشکلین پیش آئین ایک تو اُن اساتذہ کا تتبع جنھون نے اپنی پوری پوری عمرین مشق سخن مین صرف کر دی تہین اور ایک ہی انداز مین کہتے کہتے پختہ مشقی کے نمونے بن گئے تھے دوسرے اسی انداز کلام اور ویسے ہی نازک مضامین کو اردو مین لانا جس سے قریب قریب اس وقت تک کے تمام ریختہ گو شعرا کے صفحات دواوین سراسر معرا اور خالی تھے تیسرے نازک خیالی پیدا کرنا کہ یہ بھی پہاڑ کاٹنے کے برابر ہے۔ برابر دس برس تک اس طرح کے شعر کہا کئے۔ ہوتے ہوتے اچھا خاصہ ذخیرہ کلام موجود ہو گیا۔

مرزا کی مشق سخن جاری تھی تو معاصرین کو اس کے سننے کا اتفاق نہونا ایک بمعنی سی بات تھی۔ سب نے اُن کے اس رنگ کو دیکھا اور اندازہ کیا کہ یہ کیا کہتے ہین تو اپنی اپنی جگہ پر تو سب نے صدائے واویلا اور واد ریغا بلند کی مگر نازک بات کے سمجھنے کے لئے نازک سمجھ اور غور و تامل کی بھی ضرورت ہو تعمق نظر اور فکر و اندیشہ کی بھی احتیاج ہو اور یہ صورت عام جلسون اور مشاعرون مین مفقود ہے وہان تو یہ ہوتا ہے کہ پڑھئے اور آگے بڑھئے کوئی سمجھنے کی کوشش بھی کرے غور بھی کرے تو وقت کہان ہے اور فرصت کسے میسر ہے۔ یہی ہوا۔ مرزا کے انداز کلام کو دیکھ کر سب تو سب سمجھ ہی گئی کہ جو کچھ ہے وہ ہے جو اور کہین نہین رہا سمجھنا اس کے لئے ذرا دشواری پیدا ہوئی نہ اتنا غور و فکر کر سکے نہ سمجھ سکے بعض نے صورت دیکھی آواز سنی اور خاموش ہو گئے بعض نے سرگوشیان شروع کر دین۔ بعض مطلق العنانون نے یہ بھی کہدیا کہ

[1] مرزا کے کلام کا انتخاب جو خود مرزا نے کیا۔

اگر اپنا کہا تم آپ ہی سمجھے تو کیا سمجھے — مزا کہنے کا جب ہے اک کہے اور دوسرا سمجھے
کلام میر سمجھے اور زبان میرزا سمجھے — مگر ان کا کہا یہ آپ سمجھیں یا خدا سمجھے

رفتہ رفتہ یہ ہوا کہ مشاعروں میں صحبتوں میں۔ جلسوں میں محفلوں میں مرزا کی مشکل گوئی کے چرچے ہونے لگے اور کہا جانے لگا کہ اچھا تو کہتے ہیں مگر کبھی بہت مشکل کہتے ہیں بعض نے دبی دبی زبان سے یہ بھی کہدیا کہ کیسا اچھا اور کیسا برا۔ جو کہتے ہیں مہمل ہوتا ہے اور جو کچھ فرماتے ہیں بے معنی ہوتا ہے۔ مرزا کے کانوں تک بھی یہ آواز پہونچی بیچارے اپنی کاوش کی یہ داد پاکر کلیجہ تھام کر رہ گئے۔ جی میں آیا کہ لاؤ اس روش کو چھوڑ کر اسی شاہراہ پر چلیں جس پر یہ سب آنکھیں بند کئے چلے جا رہے ہیں۔ کچھ بھی ہو جہاں سب وہیں ہم۔ مرگ انبوہ جشنے دارد کی صورت ہو مگر معنی فہم طبیعت اور جدت آفرین دماغ نے صلاح دی کہ دنیا کچھ کہے کہنے دو تم جو کچھ کر رہے ہو کئے جاؤ۔ ایک دن آئیگا کہ چلانے والے شرما کر آپ ہی خاموش ہو جائیں گے اور تلافی مافات پر شرمائیں گے اسی ہنگامہ کشاکش میں یہ کہکر خاموش ہو گئے۔

مشکل ہے زبس کلام میرا اے دل — سن سن کے اسے سخنوران کامل
آسان کہنے کی کرتے ہیں فرمایش — گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل

اس پر بھی ناانصافوں کی شورش کم نہ ہوئی اور ناسمجھوں کا ماتم کم نہ ہوا تو مرزا کو پھر سوچنا پڑا کہ اس روش کو بدلنا چاہئے یا نہیں مگر غیور طبیعت نے ہاں سے نہیں نہ کی اور یہی صلاح دی کہ کہنے والوں اور تماشا دیکھنے والوں کی باتوں پر نہ جاؤ۔ جو جس کا جی چاہے کہنے دو ؎

ہفت اختر و نہ چرخ خود آخر بچہ کار اند

کو ذہن میں رکھو۔ مجبوراً ایک مرتبہ انہوں نے ذرا بلند آواز کے ساتھ پھر لوگوں کے سامنے یہ شعر کہکر پڑھ دیا کہ ؎

نہ ستایش کی تمنا نہ صلے کی پروا — گر نہیں ہیں مرے اشعار میں معنی نہ سہی

یہ تو اتنا کہکر مستغنی ہو گئے مگر بات نہ دبی شدہ شدہ یہ خبر ان کے دلی دوستوں تک پہونچی۔ مولانا آزاد کا بیان ہے کہ مرزا خان عرف مرزا خانی کوتوال شہر اور مولوی فضل حق خیرآبادی نے بھی ان کی مہمل گوئی کے اتہامات سنے دونوں نے

وقت بے وقت ان کا کلام سنا اور بے تکلفی کی راہ سے یہ رائے دی کہ زمانہ ظاہر پرست حق ناشناس تو ضرور ہے ہم جانتے ہیں کہ حق بجانب آپ ہی ہیں جو کچھ کہتے ہیں خوب کہتے ہیں مگر کیا کیا جائے دنیا کی رسم یہی ہے کہ جدھر زمانہ پھرے اُدھر پھر جاؤ اکیلے رہ جاؤگے تو پس جاؤگے تلسی داس نے کہا ہے۔

تلسی اس سنسار میں رہئے سبھی سے ملائے — ملنے کو مارے نہیں انمل مارے گائے

مرزا صاحب نے جل کر کہا کہ یہ تو بتائیے کہ اب ہو کیا سکتا ہے معاملہ تو یہ ہے کہ جف القلم بما ہو کائن فی الازل۔ پورا دیوان تیار ہے اب اس کو کہاں بدلتا پھروں جو کچھ کہا ہے ٹھیک ہے رہنے دیجئے۔ انہوں نے کہا دیوان ہمیں دو انتخاب کر دینگے اور ان پھولوں میں سے وہی پھول نکال لیں گے جن کو سونگھ کر سارا زمانہ مست ہو جائے گا۔ مرزا نے بھی سوچا کہ کوئی یہ لوگ بدخواہ تو ہیں نہیں جو کچھ کہتے ہیں بھلے کے لئے کہتے ہیں اُن سے ججتیں کرنے سے کیا فائدہ ہے چھاتی پر صبر کا پتھر رکھا۔ اور عمر بھر کی کائنات اُن کے حوالے کر دی دونوں نے بیدردی کے ساتھ نازک نازک مضامین کے گلے پر انتخاب کی چھریاں چلائیں اور پھر ان کے حوالے کر دیا۔ اس کے بعد مرزا نے بھی غور کیا تو یہی رائے ہوئی کہ جو کچھ کہا ہے اس کا یہ نتیجہ ہے آیندہ اگر یہی کہے جائیں گے تو معلوم نہیں کیا ہوگا لہٰذا درمع الدہر کیف دار پر عمل کرنا چاہئے۔ مجبوراً رنگ کو بچاتے ہوئے عام روش سے دور رہ کر وہی کہنے لگے جو سب کہتے تھے مگر نزاکت خیال کو اس میں بھی ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔

مولانا حالی بھی اس روایت میں شریک ہیں ان کا خیال ہے کہ صرف مولوی فضل حق کے کہنے سے مرزا نے روش قدیم کو متروک کر دیا۔

مرزا خانی ہوں یا مولانا فضل حق میرا ہرگز یہ خیال نہیں ہے کہ مرزا ایسے غیور طبع نے اپنے جگر پاروں کو ان کے حوالے کر کے اُن کی زندگی اور موت کو ان کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا ہوگا۔ غلط ہے اور بالکل غلط ہے یہ اور بات ہے کہ ان دونوں نے صلاحیں دی ہوں اور مرزا نے ان کی دوستانہ صلاح کو مانا بھی ہو۔ مگر یہ انتخاب خود مرزا ہی نے کیا ہے جیسا کہ انکی اس عبارت سے ظاہر ہے جو میں اوپر نقل کر آیا ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ مرزا خانی کوتوال قتیل کے شاگرد تھے اور مرزا کو قتیل سے

کبھی عقیدت نہین تھی بلکہ آخر مین تو وہ ان کو نہایت ہی بُرا سمجھتے تھے۔ ان کو کیا اپنا کلام دکھاتے اور کیا اُن سے اپنا انتخاب کراتے۔ یہی وجہ ہو کہ مولانا حالی نے باوجود تقلید روایت آزاد کے مرزا خانی کے شریک اصلاح ہونے کا ذکر نہین کیا ہے۔

رہی مولانا فضل حق خیرآبادی وہ فاضل بے عدیل تھے۔ عالم تھے۔ مولوی تھے۔ منطقی تھے۔ مرزا کے دوست بھی تھے۔ غرض سبھی کچھ تھے۔ مگر یہ مین کبھی نہ مانون گا کہ مرزا کے ہمسر شعر و سخن تھے۔ اور مرزا ایسے سیدھے سادے اور بھولے تھے کہ چپکے سے اپنا دیوان اٹھا کے اُن کے حوالے کر دیا کہ جو تمھارا جی چاہے کرو جس شعر کو چاہو کاٹ کے پھینک دو۔ اور جس کو چاہو رکھو۔ اُردو مین تو مولوی فضل حق کے نام مرزا کا شاید کوئی خط ہی نہین ہو فارسی مین کچھ خطوط پاے جاتے ہین جن مین سے ایک مین شاید کچھ شعر و شاعری کا بھی ذکر ہو ورنہ وہی رسمی دوستانہ خط ہین اس خط سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ کی رسم کے موافق مولانا فضل حق بھی فارسی ہی کے شیدا تھے۔ ایک مولوی سے بڑی مشکل کے ساتھ یہ توقع ہو سکتی ہو کہ وہ اس زمانے مین اُردو کا آشنا زبردست ماہر ہو کر مرزا ایسے شخص کے کلام کا انتخاب کرے اور کرے تو پھر مرزا بے چون و چرا اسپر ایمان بھی لے آئین ہرگز نہین۔ ان ہذا لشیء عجیب۔ خدا معلوم نقاد کمال اس طرف سے کیون آنکھین بند کر لیتے ہین کہ اس زمانہ کے مشہور استاد ذوق کو مرزا یہ کہتے ہین کہ انچہ اندر شعر فخر تست آن ننگ من است۔ مولانا آزردہ سے یہ فرماتے ہین۔

مباش منکر غالب کہ در زمانہ تست

نواب الٰہی بخش خان معروف ایسے شاعر کی طرف کبھی توجہ نہین کرتے۔ جو اُن کے خسر بھی تھے بلحاظ سن اور مشق بھی ان سے زیادہ تھے۔ مومن سے ان کو ہم چشمی کا دعویٰ ہے۔ مگر با اینہمہ وہ دو ایسے آدمیون کو اپنا کلام حوالے کر دیتے ہین جو نہ مشہور ہین نہ شعر و سخن مین معروف ہین نہ ادب اُردو مین اُن کا کوئی درجہ ہو۔

غور تو کیجئے یہ وہی مرزا غالب ہین جنھون نے کلکتہ مین ایک ترکیب کے لئے ہنگامہ برپا کر دیا تھا جنھون نے برہان قاطع کے طرفدارون کا ناطقہ بند کر دیا تھا جنھون نے آزاد ایسے باکمال سے ہمیشہ بحث کی کیا وہ پہلے ایسے مبتدی اور ناتجربہ کار تھے کہ ان دو آزردہ کو اپنا کلام دکھایا جنہین شعر گوئی مین کوئی ملکہ نہ تھا۔

بات یہ ہو کہ آزاد کا دوسری باتون کی طرح مرزا پر یہ بھی ایک رنگین اتہام ہو جس سے ان کے کلام کو مشکل اور بے معنی بتا کر ان پر یہ تہمت بھی لگائی ہو کہ یہ کائنات انتخاب دوسرون کی ہو مرزا کا اس مین کچھ نہین انھین اچھے بُرے کے سمجھنے کی تمیز ہی نہ تھی۔

خود میرے والد مرزا غالب کے دیکھنے والون مین تھے اُن کے کمال سخن کے پورے رازدان تھے وہ جب آزاد کا یہ آبحیات والا لطیفہ دیکھتے تھے کہ مرزا نے مولوی فضل حق سے انتخاب کرایا تو غصہ کے مارے سُرخ ہو جاتے تھے اور فرماتے تھے کہ کیا بہتان باندھا ہے والد صاحب بیان کرتے تھے کہ مرزا اصلاح دیگر بعض شاگردون سے ایک ہندو متبوئی کی نسبت تو ضرور یہ کہتے تھے کہ ذرا اس کو بھی سُنا لینا۔ اور باقی کسیکو وہ کچھ نہین سمجھتے تھے صہبائی کو ملاے مکتبی۔ آزردہ کو ایک حکمران۔ ذوق کو بادشاہ کا استاد۔ مومن کو لڑاکو جانتے تھے۔ اور ذرا بھی ان کی پروا نہ تھی۔

یہ بھی معلوم ہو کہ مرزا کا اصل وطن اکبرآباد تھا۔ اور دلی والے ہمیشہ اس بات کے منتظر رہتے تھے کہ ان کی زبان کی غلطیان پکڑین اسی سے مرزا نہایت احتیاط کرتے تھے۔ اور بقول شخصے پھونک پھونک کر قدم رکھتے تھے۔ پھر بھلا خیال تو فرمائیے کہ ایک ٹی کا نہچو والا غیر شہری شخص کو کیونکر اپنا کلام دکھاتا اور کیا اُن سے انتخاب کراتا۔

ہو یون کہ مرزا نے خود اپنے کلام کا انتخاب کیا۔ اور اس کی وجہ یہ ہو کہ رفتہ رفتہ اُن کو سمجھ آتی گئی تو انھون نے معلوم کر لیا کہ بیدل کا رنگ اُردو مین کہنا کچھ آسان کام نہین ہو اسی سے متاثر ہو کر انھون نے یہ کہا ؎

طرز بیدل مین ریختہ کہنا — اسد اللہ خان قیامت ہے

اس کے بعد ان کو معلوم ہوا کہ بیدل ہزار کچھ اچھا کہنے والے لوگون مین ہی پھر بھی ہندی نژاد ہین لہذا وہ اُن کو زبان کے بارہ مین غیر مستند جاننے لگے اور ظہوری عرفی وغیرہ کا کلام ان کو پسند آگیا چنانچہ انھون نے اُردو مین اُن لوگون کا تتبع کیا جیسا کہ کہتے ہین ؎

ہون ظہوری کے مقابل مین خفائی غالب — میرے دعوے پہ یہ حجت ہو کہ مشہور نہین

ان لوگون کے یہان معاملہ بندی حسن بندش حسن بیان تخئیل کے ساتھ ہو واقعات اور معاملات کے علاوہ صرف خیالی شعر بہت کم ہین۔ لہذا ان کے اتباع مین مرزا کو ویسا ہی اُردو مین کہنا پڑا۔ وہی نازک خیالی ہو وہی بندشین وہی اچھوتے مضمون وہی

خیالات وہی رنگ وہی جوش - فرق ہی تو اتنا ہی کہ وہ زبان نہین ہی باقی سب کچھ وہی ہی

لوگ کہتے ہین کہ مرزا کا کلام مشکل ہی اور خود مرزا کو بھی اس کا اقرار تہا تو سوال یہ پیدا ہوتا ہی کہ کیا مرزا نے خود وہی دشوار اور مشکل زبان مین شعر کہنا شروع کر دیا تہا یا اور کوئی بات تھی - میرے نزدیک یہ خیال وہم ہی - جو شخص ایسے ایسے نازک مضامین لکھنے کا ارادہ کرے جن مین بیدلیت پیدا ہو - میرے نزدیک وہ اس بات پر مجبور ہی کہ نئی نئی ترکیبین بھی لاے نئی بندشین بھی ہون - الفاظ بھی نا مانوس ہون - بیان مین کہین کہین خلا بھی رہ جاے - اگر ایسا نہو تو ہرگز ہرگز وہ ان لوگون کی تقلید نہین کر سکتا جنکی تقلید پر مرزا نے کمر باندہی تھی - وہ اگر دشوار نہ کہتے تو کیا کرتے - مجبور تھے اور قطعاً مجبور تھے مضامین کا ذخار دریا ایک شعر مین لانا چاہتے ہین پھر اس کا نتیجہ سوا اس کے کیا ہو کہ کچھ الفاظ بھی نئے پہلو سے آئین مثال کے طور پر دیکھیے وہ کہنا چاہتے ہین -

امید کی خاکبازی کچھ بھی نہین اس کی ظاہری شان و شوکت ظاہری نام و نمود پر نہ جائیے بچون کا گھروندا ہی جس سے وہ کھیلتے ہین اور جو دیکھنے مین سبھی کچھ معلوم ہوتا ہے مگر اصل مین بیکار محض ہی - یہان یعنی دنیا مین امید کا وجود ہی نہین ہے دونون جہان یاس ہی یاس ہین اچھا اگر یہ ہی تو پھر یہ دونون جہان کیا چیز ہین جواب یہ ہی کہ یہ دونون جہان جہان نہین ہین بلکہ یاس کے دونون ہونٹ ہین - دنیا یا زمین نیچے کا ہونٹ ہی اور آسمان اوپر کا یہ دونون ہونٹ ہنسی مین کھل گئے ہین - پھر جب یہ ہی تو معلوم ہوا کہ امید کچھ نہین صرف یاس ہی یاس ہی جو ہماری امیدون پر ان دونون ہونٹون کو کھول کر ہنس رہی ہی آسنا بڑا مضمون ہی اتنا زبردست خیالی فلسفہ ہی اور وہ صرف ان دو مصرعون مین ادا کرنا چاہتے ہین -

خاکبازی امید کارخانۂ طفلی — یاس کو دو عالم سے لب بخندہ وا پایا

جب یہ دشواریان حایل ہون تو کون سا شاعر ہی جو کچھ کا کچھ کہنے پر مجبور نہو جاے اسی لئے انہون نے خود انتخاب کیا اور ان تمام خیالی مضامین کو نکال کر دیوان مین وہ شعر باقی رکھے جنمین جذبات کی فراوانی ہی اب اس قسم کے چند شعر مروجہ دیوان مین پاے جاتے ہین اور مشکل شعر برائے نام نمونے کے طور پر چھوڑ دیئے ہین اسپر مرزا نے ستم یہ کیا کہ اپنے دیوان کے دیباچہ مین یہ بھی لکھدیا کہ ان کے سوا میرا کوئی شعر نہین اسکا یہ کہنا

اس حیثیت سے صحیح تہا کہ وہ اپنی دانست مین وہ تمام دیوان تلف کر چکے تھے جو پہلے رنگ مین تہا مگر خوش قسمتی سے اب وہی دیوان پھر مل گیا ہی جو انہون نے تلف کر دیا تہا جن مین اُن کا وہ سرمایہ جمع ہی جسپر انھین اوائل عمری مین ناز تہا -

مرزا کا یہ کلام اگرچہ ابتداے مشق کا کلام ہی - اگرچہ اس مین ثقیل الفاظ نامانوس ترکیبین پائی جاتی ہین اگرچہ اس کے اشعار بالکل فارسیت سے بھرے ہوے ہین - اگرچہ اس مین کا بیشتر حصہ مغلق ہی اگرچہ اس کے سمجھنے مین زیادہ سے زیادہ غور و فکر کی ضرورت پڑتی ہی مگر کیا وہ اس قابل ہی کہ بالکل ناپید ہو جائے -

میرے نزدیک تو یہ وہ کلام ہی جو مرزا کو عوام کی صف سے علیحدہ کر کے زمرۂ خواص مین لے آتا ہے اور اُن کی تخیل کی رفعت کا اندازہ کراتا ہی - اُن کی وسعت نظر کی شہادت دیتا ہے اگر اُس مین چند معمولی سقم - چند معمولی فروگذاشتین ہین تو ہوا کرین اس سے اصل کمال کو کوئی نقصان نہین پہونچتا - پھولون کے گرداگرد کانٹے لگا دیئے جائین تو کوئی اندیشہ نہین پھر بھی اُن کی خوشبو دوش نسیم پر سوار ہونے کے قابل ہی اور پھر بھی ان کا رنگ چشم مشتاق مین جگہ پانے کے لائق ہی -

مین وثوق اور کامل وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہون کہ غالب کے اس کلام مین وہ جوہر کمال پنہان ہین جو ہندوستان کے کسی شاعر کے یہان نہین ہین اور وہ وہ خیالات ہین کہ اگر وہ جلال اسیر اور بیدل کے یہان ہوتے تو ان کے لئے سرمایۂ نازش ہوتے اور لوگ اُن کو سر آنکھون پر جگہ دیتے انہین مشکل شعرون مین وہ شعر بھی ملے ہوے ہین جو ان کے موجودہ دیوان سے کسی طرح کم نہین ہین نہ ان مین کوئی بندش کی خرابی ہی نہ تخیل مین کوئی نقص ہی نہ بیان مین کوئی عیب ہی - کڑی کمان کے تیرون کی طرح نکلے ہین اور نشانہ اثر پر جا بیٹھے ہین مگر خدا معلوم کیون انتخاب کی زد مین لاکر عام نگاہون سے پوشیدہ کر دیئے گئے ہین ان کا نہ شائع ہونا سخت کمی اور اُن کا مرزا کے نام سے منسوب نہ کرنا سخت حق تلفی ہی ذرا دیکھئے تو فرماتے ہین ؎

خور شبنم آشنا نہوا ورنہ مین اسد — سرتاپا گزارش ذوق سجود تہا

مطلب یہ ہی کہ کمی تا ہی جو کچھ ہوئی ہی حسن کی جانب سے ہوئی ہی ورنہ میرے عشق مین کوئی کمی نہ تھی اور مین اُسی طرح اس ذات مین جذب ہونے کے واسطے تیار تہا

جیسے کہ شبنم آفتاب مین جذب ہونے کے واسطے آمادہ ہے کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس شعر مین کوئی خرابی ہے اور اگر خرابی ہے تو پھر یہ شعر کیون اچھا ہے ؎

پرتو خور سے ہے شبنم کو فنا کی تعلیم　　ہم بھی ہین ایک عنایت کی نظر ہونے تک

مجنون کا دل خاک ہوگیا ہے اور مٹ گیا ہے اور اس قدر مٹا اور خاک ہوا ہے کہ اب اس کے ذرے بھی منتشر ہوگئے ہین اور تمام جنگل مین بکھرے پڑے ہین اور مجنون کے دل کا ہر ذرہ سویدائے بیابان معلوم ہوتا ہے - اس خیال کو اس شعر مین ادا کیا ہے اور اس درد و اثر کے ساتھ ادا کیا ہے کہ سبحان اللہ -

کس قدر خاک ہوا ہے دل مجنون یا رب　　نقش ہر ذرہ سویدائے بیابان نکلا

اور دیکھیے کہتے ہین کہ دم شماری میری فطرت مین تھی اور اضطراب میرے حصہ مین آیا تھا - میرے اضطراب نے میری اس خصوصیت انتظار کو کبھی نظر انداز نہین کیا - مین اگر خاک بھی ہوا تب بھی میری وہی خصوصیت قائم رہی - میری خاک شیشہ ساعت کے کام آئی جس سے تعین وقت کا کام لیا جاتا ہے اور یہ خاصیت ہے اسی اضطراب دم شماری کی

نہ بھولا اضطراب دم شماری انتظار اپنا　　کہ آخر شیشۂ ساعت کے کام آیا غبار اپنا

ایک شخص آلام فراق مین مبتلا ہے کرب و غم سے عاجز ہے نہ کوئی اُسے پوچھتا ہے نہ وہ غریب اپنا حال کسی سے کہہ سکتا ہے عمر گذر جاتی ہے اور یہ تمنا یا یہ حسرت کبھی پوری نہین ہوتی اور اب وہ پوری داستان کو مختصر کرکے بس اتنا کہدیا کرتا ہے کہ میرا مختصر قصہ یہ ہے کہ عرض ستمہائے جدائی کا مین مشتاق ہون - اور کبھی موقعہ نہین ملتا - اس مضمون کو اس شعر مین ادا کرتے ہین ؎

اسد کا قصہ طولانی ہے لیکن مختصر یہ ہے　　کہ حسرت کش رہا عرض ستمہائے جدائی کا

کہنے والے اگر اس کو برا کہین تو مہربانی کرکے اس شعر کو بھی نظر انداز کردین ؎

نہ دے نامے کو اتنا طول غالب مختصر لکھدے　　کہ حسرت سنج ہون عرض ستمہائے جدائی کا

ذرا اس حسرت کو ملاحظہ فرمایئے اس بے نوائی اس بے سروسامانی کو دیکھئے - اس مجبوری اور اس ناچاری پر نظر ڈالئے کہتے ہین ؎

ہمنے وحشت کدۂ بزم جہان مین جون شمع　　شعلۂ عشق کو اپنا سروسامان سمجھا

یہ مضمون آفرینی اور اس کے ساتھ واقعات کی بندش کیونکر کہا جائے کہ قابل داد

نہین ہے ؎

مرا شمول ہر اک دل کے پیچ و تاب مین ہے　　مین مدعا ہون تپش نامۂ تمنا کا

ایک جگہ اپنے حزن و ملال کی ان سادے اور روان الفاظ مین تصویر کھینچتے ہین ؎

بصورت تکلف بمعنی تاسف　　اسد مین تبسم ہون پژمردگان کا

یہ مضمون کہ وہ دل ناصبور جو پہلے صبور تھا اور اب اتنا مضطرب ہے کہ برق تپان بھی اس سے تپش کا سبق لیتی ہے اور اس سے نہین بلکہ اس کے نام سے درس تپش حاصل کرتی ہے یون ادا کرتے ہین ؎

درس تپش ہے برق کو اب اس کے نام سے　　وہ دل ہے یہ کہ جس کا تخلص صبور تھا

ذرا اس تشبیہ کو ملاحظہ فرمایئے شمع کو انگشت سے اور شعلہ کو سرانگشت حنائی سے اور غنچۂ گل کو پروانہ سے تشبیہ دیکر کہتے ہین ؎

شمع رویون کی سرانگشت حنائی دیکھ کر　　غنچۂ گل پرفشان پروانہ آسا جل گیا

کیا یہ شعر محاکات کا بہترین نمونہ نہین ہے کیا یہ ایک مایوس عاشق کی تصویر سے کچھ کم ہے ؎

کل اسد کو ہمنے دیکھا گوشۂ میخانہ مین　　دست برسر سر بزانوئے دل مایوس تھا

یاد ایام ماضی اور عیش رفتہ کی تصویر یون دکھاتے ہین ؎

اسد خاک در میخانہ اب سر پر اڑاتا ہون　　گئے وہ دن کہ پانی جام مے کا تا بزانو تھا

معشوق کے تبختر کی تصویر کھینچتے ہین ؎

پھر وہ سوئے چمن آتا ہے خدا خیر کرے　　رنگ اُڑتا ہے گلستان کے ہوادارون کا

کیا روانی اور سادگی کا نمونہ اس سے بہتر بھی ہوسکتا ہے ؎

نہ فکر سلامت نہ بیم ملامت　　ز خود رفتگی ہائے حیرت سلامت
وفور بلا ہے ہجوم وفا ہے　　سلامت ملامت ملامت سلامت

تعلیم عبودیت اور تلقین آداب بندگی کے لئے اس سے اچھے شعر شائد کہین مشکل سے ملین گے -

اے اسد بیجا ہے ناز سجدۂ عرض نیاز　　عالم تسلیم مین یہ دعویٰ آرائی عبث

بہت سے اساتذہ کی مندرجہ ذیل طرح مین غزلین ہین - خود مرزا کی غزل

بھی اس زمین مین موجود ہی اور کوئی شک نہین کہ وہ غزل ان کی فکر کا بہترین نتیجہ ہی مگر حیران ہون اور سخت حیران ہون کہ کیون ایسا شعر نظر انداز کر دیا گیا۔ جو غزل کی جان تھا ؎

تھا مین گلدستہ احباب کی بندش کی گیاہ   متفرق ہوے میرے رفقا میرے بعد

پند و نصائح اگر عبوست اور یبوست سے بھرے ہوے ہین تو وہ مشکل سے کسی دل پر اثر ڈال سکتے ہین مگر جب اس مین کسی قسم کی رنگینی شامل ہو جاتی ہی تو وہ ضرور ہی اثر کرتی ہین مرزا نے بھی اس شعر مین ایک سامنے کی تشبیہ سے کام لیکر کچھ سے کچھ بنا دیا ہے۔ کہتے ہین کہ ؎

تو پست فطرت اور خیال بسا بلند   اے طفل خود معاملہ قد سے عصا بلند

ذرا دعائیہ رنگ ملاحظہ کیجیے۔ مناجات مین اگر وہی فقیرانہ صدا ہو تو اسکی رسائی وہین تک ہو سکتی ہی جہان تک ان مشہور شعرون کی ؎

ملاقات دونون کی باہم کری   مری بار کیون دیر اتنی کری
ہے زیبا تجھے اکبری سروری   مری بار کیون دیر اتنی کری

مگر جب اسی مناجات مین خلوص۔ درد دل۔ عجز و نیاز۔ بیکسی بے بسی کی بھی شرکت ہو جاتی ہو اور اس کو ایک حقیقی شاعر ادا کر دیتا ہو تو وہ تغزل اور قصیدے اور مثنوی سب کی حدود سے آگے بڑھ جاتی ہی۔ مرزا بھی درد دل سے کہتے ہین ؎

ہزار آفت و یک جان بے نواے اسد   خدا کیواسطے اے شاہ بیکسان فریاد

اس اثر اور اس درد کو ملاحظہ فرمایئے اسی کے ساتھ زبان کو بھی دیکھیے ؎

ظلم کرنا گداے عاشق پر   نہین شاہان حسن کا دستور
دوست تو مجھ ستم رسیدہ سے   دشمنی ہے وصال کا مذکور
زندگانی پہ اعتماد غلط   ہی کہان قیصر اور کہان فغفور

دل کو ایک موج لرزان اور فکر کو صہباے آبگینہ گداز سے تشبیہ دیتے ہوے کہتے ہین ؎

ہجوم فکر سے دل مثل موج لرزے ہے   کہ شیشہ نازک و صہباے آبگینہ گداز

مین حیران ہون کہ جو اس شعر کو ناپسند کرتے ہین وہ غالب کے دیوان مین شعر

کیونکر دیکھ سکتے ہین ؎

ثابت ہوا ہے گردن مینا پہ خون خلق   لرزے ہے موج مے تری رفتار دیکھ کر

یا یہ شعر ؎

ہاتھ دھو دل سے یہی گرمی گر اندیشہ مین ہی   آبگینہ تندی صہبا سے پگھلا جاے ہے

آہ سے شکایت کرتے ہین۔ یا آہ کی شکایت کرتے ہین اور کہتے ہین کہ تیرا سارا زور تیری ساری کائنات۔ تیری ساری قوت مجھی پر ختم ہو گئی کہ مجھے تو نے سر سے پاؤن تک پھونک دیا اور غیر کے گھر پر تیری ایک چنگاری بھی نہ پہونچی فرماتے ہین ؎

تھی میرے ہی جلانے کو اے آہ شعلہ ریز   گھر پر پڑا نہ غیر کے کوئی شرار حیف

کیا یہ شعر بھی اسی انداز کا نہین ہی ؎

فلک نہ دور رکھ اس سے مجھے کہ مین ہی نہین   دراز دستی قاتل کے امتحان کے لئے

ناتوانی اور کثرت گریہ کا یہ عالم کچھ کم دردانگیز نہین ہوتا کہ ایک شخص روتے روتے اس قدر کمزور اور ناتوان ہو جاے کہ پلکون کو بھی باہم نہ ملا سکے۔ مرزا اسی عالم کا اظہار کرتے اور کہتے ہین۔

رونے نے طاقت اتنی نہ چھوڑی کہ ایکبار   مژگان کو دون فشار پئے امتحان اشک

دنیا ایک ہوس گاہ ہی۔ ہر شخص اور ہر شے یہان بقدر شوق گرفتار حرص ہے مگر یہی حرص اور یہی سامان عیش اس کے واسطے تباہی کا باعث ہے اسی مضمون کو اس لطافت کے ساتھ ادا کیا ہے کہ اس مین لطافت کے ساتھ عبرت بھی پیدا ہو گئی ہے۔ فرماتے ہین ؎

برہم ہی بزم غنچہ بیک جنبش نشاط   کاشانہ بسکہ تنگ ہی غافل ہوا نہ مانگ

کہتے ہین کہ مین تخت جگر کی عدم موجودگی کی حالت مین دل کی تسلی گل کو دیکھ کر کر لیا کرتا ہون۔ ورنہ میرے لئے میرے تخت جگر ہی گل ہوتے ہین۔ اب یہ زمانہ ایسا ہی کہ آنکھون تک تخت جگر کی رسائی مشکل ہو گئی ہی۔ بڑی مصیبت ہی اگر اب بھی نگاہ آشناے گل نہو اور کہین پھول دیکھنے کے لئے نہ ملین۔

مژگان تلک رسائی تخت جگر کہان
اے واے گر نگاہ نہو آشناے گل

دریا کی دل شکستگی کا اس صورت سے اظہار کیا ہے ؎

امواج کی جو یہ شکنین آشکار ہین
ہے چشم اشک ریز سے دریا شکستہ دل

غرضکہ مرزا کے اس کلام مین اچھے شعر بھی اتنے ہین جو کسی طرح نظر انداز کرنے کے قابل نہین ہین خرابی صرف اتنی ہے کہ وہ اُن کو انتخاب کر کے نظر انداز کر چکے تھے ورنہ وہی تخئیل ہے وہی زور ہے وہی رنگ ہے جو عموماً اُن کے کلام مین پایا جاتا ہے اور قدرت کی طرف سے جس کے وہ تنہا مالک بنائے گئے ہین۔

رہا وہ حصہ کلام جس مین خیالات کی گہرائی نے پیچیدگیان پیدا کر کے عام نظرون سے اُن کے مفہومون کو پوشیدہ کر دیا ہے۔ وہ بھی کچھ کم نہین ہین میرے خیال مین وہ کلام مروجہ کلام سے کچھ زیادہ ہوگا۔ کیونکہ دس برس کی مشق کا سرمایہ تھا جو نظر انداز کر دیا گیا اور نمونے کے طور پر اس کا کچھ حصہ اس دیوان مین چھوڑ دیا گیا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب دیوان غالب کی شرح لکھنے والون نے مشکل کلام کی بھی شرح لکھی ہے اور دوسرے کلام کے ساتھ ساتھ اُس کو بھی آنکھون سے لگانے کے قابل سمجھا ہے تو پھر کیا سبب ہے کہ اب اس پورے کلام کو چھوڑ دیا جائے جس کا چھوٹا سا ایک ٹکڑا ایسا کلام بھی ہے۔ لوگ یہ تو کہتے ہین کہ جب مرزا نے خود ہی اس کلام کو طبع ہونے اور منظر عام مین آنے کے قابل نہین سمجھا تو پھر کسیکو کیا حق ہے کہ وہ اس کلام کو پبلک مین لائے اور شہرت کے پر لگا کر اڑائے مگر یہ کوئی نہین دیکھتا کہ ناسمجھون کی زبردستیون اور زمانہ کی کوتاہ فہمیون نے ان کو اس بات پر مجبور کیا ورنہ انہون نے تو وہ شعر کہے ہی تھے اور اس مین اپنا شباب کا زمانہ صرف کیا ہی تھا۔ میرے نزدیک تو انہون نے جب یہ شعر نکال دیے ہین اسی پر ان کو افسوس ہوا ہے اور اسی کے لئے انھون نے یہ شعر کہا ہے کہ ؎

ہمارے شعر ہین اب صرف دل لگی کے اسد
کھلا کہ فائدہ عرض ہنر مین خاک نہین

ظاہر تو یہ ہے کہ وہ شعر جن پر انتخاب کی چھری چلائی گئی وہ ابتدائے مشق کے تھے اور دیکھنے والون کی نظر مین صرف اس لئے ان کی کوئی وقعت اور کوئی اہمیت نہ تھی کہ وہ اُن کی سمجھ سے باہر یا بالاتر تھے مگر انصاف کیجئے تو معلوم ہو جائے گا کہ

مرزا نے اُنہین معانی کے دریا بہا دیے تھے اور ہر مصرع مین پرواز خیال کی انتہا دکھا دی تھی ہر لفظ گنجینۂ معنی تھا۔ اور ہر مفہوم سرمایۂ ناز شاعری تھا اسی قسم کے کلام کی طرف انکا اشارہ یہ تھا کہ ؎

گنجینۂ معنی کا طلسم اُس کو سمجھئے
جو لفظ کہ غالب مرے اشعار مین آئے

ابتدائے شاعری کا وقت سہی۔ نومشقی کا عالم سہی مگر اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ وہ اُن لوگون کا اتباع تھا جن کا جواب دنیائے شعر مین مشکل سے ملے گا۔ جنکے تخیل کی حدین اُس عالم سے ملی ہوئی ہین جہان عام نظرین کبھی پہونچ ہی نہین سکتین۔ میرے خیال مین وہ گمراہی بھی رہنمائی سے زیادہ درجہ رکھتی ہے اور وہ ابہام و اشکال بھی سہل ممتنع سے بڑھا ہوا ہے۔

بیدل۔ شوکت اور جلال اسیر کے یہان اول تو سب خیالی مضمون نہین ہین بہت سے مضامین عالی بھی اُن کے کلام کا جوہر ہین اور اگر فرض کیجئے کہ تمام دنیا خیالی ہی ہے تب بھی تو یہ بات غور کرنے کے قابل ہے کہ عام دنیا کی اس دنیا تک رسائی نہین اور وہ سطح بلند پر آباد ہے جہان بڑے بڑے نظر بازون کی نظر نہین پہونچتی۔ بیشک مرزا نے اُس کلام کو نظر اندازی کے قابل سمجھا مگر اسوقت کہ جب ہر طرف سے صدائے دار و گیر بلند ہوئی اور جب ہر سخن ناشناس وا ویلا اور وا مصیبتا کہتا ہوا پھرنے لگا۔ جب جگہ جگہ یہی ذکر ہونے لگا کہ مرزا مہمل گو ہین مرزا مشکل گو ہین۔ مرزا کے کلام مین معنی نہین ہین۔ مزا نہین ہے۔

نکالنے کو تو انہون نے اپنے دیوان سے وہ کلام نکال ہی دیا مگر غور کیجئے کہ اگر وہ اس کو بے معنی اور مہمل جانتے تو اس قسم کے نمونے کیون چھوڑ دیتے سعدی کی ایک حکایت مین یہ جملے تو انہون نے پڑھے ہی ہون گے۔ آتش کشتن و اخگر گزاشتن و افعی کشتن و بچہ اش نگاہ داشتن کار خردمندان نیست والا مضمون ہے پھر جب تمام کا تمام کلام بدل ہی دیا تو آخر نمونے کی کیا ضرورت تھی۔

اسقدر لکھنے کے بعد یہ بات آسانی سے سمجھ مین آجاتی ہے کہ مرزا کا وہ کلام بے معنی نہین ہے بلکہ اس مین تو مرزا نے اور بھی زیادہ خون جگر کھایا ہے اور عمیق خیالات ظاہر کئے ہین۔

اگر یہ کلام پہلے سے دستیاب ہو جاتا تو میرے نزدیک سب سے پہلے اسی کی شرح کی ضرورت تھی اور شارحین کی طبع آزمایٔون کا سب سے زیادہ یہی محتاج تھا مگر اتفاق سے یہ غفلت اور لاعلمی کی مٹی مین دبا پڑا رہا اور کسیکو خبر بھی نہوئی۔

اب غالب کے اُس کلام کو جو میرے لئے زیر بحث ہے چلے ہوے اچھا خاصہ ایک زمانہ گزر گیا مگر میرا جہان تک خیال ہے اس وقت تک کسی نے اس طرف مطلق توجہ نہین کی ہے بلکہ جو اٹھتا ہے یہی ارادہ کرتا ہوا اٹھتا ہے کہ غالب کے متداول دیوان کی اپنی سمجھ کے موافق ایک شرح لکھ ڈالون حالانکہ یہ بات کچھ چھپی ہوئی نہین ہے کہ اب اتنی شرحین لکھی جا چکی ہین کہ نہ شرح کی احتیاج ہے نہ تشریح کی اب غالب کے پرانے کلام مین نئے معنی پیدا کرنے کے یہ معنی ہین کہ حقیقی معنی پر پردہ ڈالکر کلام کو مہمل اور لایعنی کا خطاب دلایا جائے۔ کیونکہ جہان ایک کلام مین مختلف معنی کا پایا جانا اس کی فصاحت و بلاغت پر دال ہے وہین یہ بھی ہے کہ اس کو مہمل ثابت کرنے مین بڑی مدد دیتا ہے اس واسطے کہ جہان تک میرا تجربہ ہے شاعر کسی شعر مین دو تین سے زیادہ معنی نہین پیدا کر سکتا اگر اسی سے ایک دو اور اچھے پہلو بھی پیدا ہو جائین تو وہ اعجاز کلام اور فیضان سخن سے تعبیر کیا جائے گا شاعر کی کوئی خاص کوشش نہ مانی جائے گی اور اگر اس مین بہت سے مفہوم ادنیٰ ادنیٰ نقصان کے ساتھ پیدا ہوتے ہون تو قطعی طور پر یہ سمجھ لینا چاہئے کہ شاعر نے سمجھ کر وہ شعر نہین کہا ہے۔ یہی اور بالکل یہی آجکل غالب کے کلام مین کیا جا رہا ہے۔ شرح کرنے والون کی ٹولیان کی ٹولیان چلی آتی ہین اور جو جس کی سمجھ مین آتا ہے کہتا ہے اور ایک ضخیم کتاب تیار کر کے رکھدیتا ہے۔ دیکھنے والے سب کو دیکھ رہے ہین اور سب کا نعرہ مستانہ سن رہے ہین حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ سوائے دو تین شرحون کے باقی شرحین ماسبق شرحون کے لئے گراموفون اور صدائے بازگشت سے زیادہ نہین مگر مجبوری ہے۔ ع

تقدیر جو دکھائے وہ ناچار دیکھنا

میرا جہان تک خیال ہے جناب سہا اور حضرت بیخود موہانی و بیخود دہلوی کی شرحین اُس وقت تیار کی گئی ہین جب نسخہ حمیدیہ چھپ چکا تھا اور غیر مطبوعہ

کلام بھی عام نظرون کے سامنے آگیا تھا مگر حضرت سہا کی شرح اور دیگر شرحون مین اس قدر فرق ہے جس قدر کہ فونوگراف اور گراموفون مین۔ باقی اللہ بس باقی ہوس۔ رہے حضرت مولانا بیخود موہانی اعلی اللہ مقامہ آنکی دنیا ہی جدا ہے پہلے سب شرحون کو جمع فرماتے ہین پھر اُن کی تشریح کرکے اُن کے عیوب و اسقام سے اپنی رائے عالی کے مطابق دنیا کو آگاہ فرماتے ہین اور اُس کے بعد اپنی طلاقت لسانی کا ثبوت دیکر معانی کے ابواب جدیدہ کا افتتاح فرما کر ع

کس بشنود یا نشنود من گفتگوے می کنم

کی ایک آواز لگاتے ہوے برق خاطف کی طرح گزر جاتے ہین۔ افسوس بلکہ سخت افسوس اس بات کا ہے کہ ابھی تک وہ شرح دنیا سے روپوش ہے اور بستہ کے سرخ یا سبز غلاف مین ملبوس طاق زینت پر رکھی ہوئی ہے ورنہ مین اسپر کچھ لکھتا پھر بھی مین نے اس کے بعض بعض وہ حصے دیکھے ہین جن سے اخبارات و رسائل کے کئی کئی صفحہ کالے ہو گئے ہین۔ اسی بنا پر یہ چند فقرے بے اختیارانہ لکھ گیا ہون۔ ورنہ او داند و کار او۔ مارا چہ ازین قصہ کہ۔ مولانا بیخود دہلوی کی شرح کامل طور پر مین نے نہین دیکھی مگر متعدد خبرین اس کے متعلق بھی سنی ہین کہ خوب خوب معانی آفرینی کی داد دی ہے۔

کوئی ان رہنمایان معانی اور حامیان زبان اُردو سے یہ پوچھنے والا نہین کہ حضرات یہ کیا ستم ہے کیا غضب ہے کیا نا انصافی ہے جس کی ضرورت نہین اس کے لئے تو معرکہ آرائی اور جادہ پیمائی قلم جاری ہے اور جس کی ضرورت ہے اس کی طرف توجہ بھی نہین۔ کیا خوب۔ با آن گرما گرمی با این سرد مہری

ببین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

حقیقت یہ ہے کہ غالب کے مروجہ کلام کی رہنما تو کئی شرحین موجود تھین غالب کے اس کلام کو تو سننے والے اور اس کے معنی سمجھانے والے تو ہزارون آدمی ہندوستان مین موجود ہین۔ اس لئے ان کی شرحین لکھنے مین نہ کوئی دقت پڑی نہ کسی کاوش کی ضرورت ہوئی۔ مگر وہ کلام جو نہ تو زبان زد ہو کر مقبول ہوا ہے اور نہ اس وقت تک کوئی اس کی شرح لکھی گئی ہے اُسپر قلم اٹھانا کوئی

آسان کام نہین ہو - اس کے لئے ہمت چاہئے دل چاہئے دماغ چاہئے - معنی یاب طبیعت چاہئے ذوق سلیم چاہئے - یہان کاتا اور لے دوڑی سے کام نہین چل سکتا - اور وہان ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی" کا منظر نظر نہین آسکتا اس لئے بعض تو دیکھتے ہین - رہ جاتے ہین - بعض کی نظر خیرہ ہو جاتی ہے بعض کے ہاتھ سے کتاب چھوٹ پڑتی ہے بعض مہمل سمجھ کر چھوڑ دیتے ہین بعض ادب سے خاموش ہو جاتے ہین -

مولانا بیخود تو خیر پھر بھی اپنی جگہ ہین دیکھئے حضرت نظم طباطبائی اعلی اللہ مقامہ کو جو ہندوستان مین دیوان غالب کے ایک بہترین شارح تسلیم کئے گئے اور جنھون نے اپنی شرح مین شرح کیساتھ تنقید کی بھی جواہر ریزی فرمائی اور ساتھ ہی ساتھ جابجا کلام مقبول و متداول پر نگاہ غایر ڈالکر حق اصلاح بھی ادا کیا تو پھر اس کلام مین تو ان کو اور بھی زیادہ مواقع تھے اور یہان تو بقول شخصے دریا بہا سکتے تھے پھر کیون نہ ادہر توجہ فرمائی -

میرے نزدیک کسی شاعر کو بڑے بڑے ماہرین شعر کے مقابلہ مین پیش کرنے سے یہ زیادہ بہتر ہو کہ خود اسی کے کلام کی تشریح و توضیح کر دی جائے - ڈاکٹر بجنوری مرحوم نے اپنے مقدمہ کلام غالب مین غالب کو کہین ٹینیسن ٹھرایا ہو کہین اپنے زمانہ کا ورڈسورتھ اور شیلی بنایا ہو گو یہ بھی ایک قسم کی جدت ہو اور اس سے بھی غالب کی غالبیت کو چار چاند لگتے ہین مگر کاش یہ کلام اُن کے ہاتھ لگا ہوتا اور اسپر وہ حاشیہ آرائی کرتے تو یقینی وہ اس کوشش و کاوش بیجا سے بہتر ہوتا جسپر انہون نے اپنی تمامتر قوت بیان کو ختم کر دیا ہو - اس سے تو کون انکار کر سکتا ہو کہ مقدمہ کے لکھنے میں انہون نے بے انتہا عرق ریزی کی ہو اور فلسفے کے دریا بہا دیے ہین - بہت سے اشعار کے معنی اس جدت و ندرت کے ساتھ بیان کئے ہین کہ ہر ایک سننے والا ان کی داد دیے بغیر رہ ہی نہین سکتا مگر افسوس ہو کہ اس کے ساتھ ہی یہ خیال بھی آتا ہو کہ جو معنی بجنوری مرحوم نے سمجھے شاید غالب کا خیال بھی وہان تک نہین پہنچا تھا اور وہ اسیطرح اُن سے ناواقف تھے جیسا کہ آج ایک ایسا آدمی جس نے اس مقدمہ کو نہ دیکھا ہو نہ بجنوری مرحوم کے سرمایۂ عمر اور اُن کی سعی و کوشش یعنی اُن کے مقدمہ کو جس دن مین نے دیکھا انکے الفاظ سے نکلتے ہوئے جبروتی ترانے اور اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد کے قدوسی نغمے میرے کانون تک پہونچے - دل کنگرۂ قصر کسریٰ کی طرح ہلنے لگا ہاتھ بتان کعبہ کی طرح لرزنے لگے - صفحات کا جلوہ

برق سر طور کی طرح چمکنے لگا اور میری موسیٰ نگاہی غش کھا کر گرنے کو تیار ہو گئی میرے ہوش و حواس پروانہ ہاے آتش بجان کی طرح تڑپنے لگے پہلے ہی صفحے کے الفاظ اور فقرے مجھے از خود رفتہ بنا گئے پھر بھی مین نے بقیہ صفحات الٹ پلٹ کر دیکھے - مگر سواے اس کے کہ جو بہار مدحت اپنی پوری روانی پر ہے - سواے اس کے کہ چند دور از کار اور لایعنی دعوے ہین سواے اس کے کہ غالب کی مضمون آفرینی کو سراپا فلسفہ بنا دیا ہے سواے اس کے کہ یورپ کی چند معروف ہستیون سے غالب کا مقابلہ کیا ہے سواے اس کے کہ انھین شعرون کی پھر شرح کر دی ہے جن کی شرح بارہا ہو چکی ہے مجھے ایک بات بھی ایسی نظر نہ پڑی جس کو دیکھ کر میری محدود معلومات اضافہ کا شکریہ ادا کرتی یا سامعہ کسی نئی بات کے سننے سے ممنون ہوتا اس مین شک نہین کہ وہ ادب کی ایک نئی دنیا پیش کرتے ہین مگر سب بیکار ہو کیونکہ جدید کلام کی نسبت ایک لفظ بھی ارشاد نہین فرماتے تو وہ بھی مجبور ہین کیونکہ یہ کلام ہی اُن تک نہین پہونچا تھا انھون نے جو کچھ پیش کیا ہے وہ ایک تبرک کے طور پر پیش کیا ہے جو کچھ دکھایا ہے وہ عجائبات روزگار سمجھکر دکھایا ہے باقی انہین نہ اس کی شرح سے بحث ہے نہ اُن کے اُس انداز بیان سے غرض ہو اسی طرح تزئین کلام جو جان ہے وہ اُس جدید ترتیب پر ہے اور جو کچھ اُن کی کائنات ہے وہ اُن چند نوٹون پر ختم ہو جاتی ہے جو جابجا صفحات مین اس تشریح اور اس تفصیل کیواسطے لکھے گئے ہین کہ ان غزلون مین سے کوئی شعر مطبوعہ دیوان غالب مین نہین ہے یا یہ شعر پہلے اس طور پر کہا گیا تھا - اور بس - مین نے اُسی زمانہ مین یہ ارادہ کیا کہ اردو کے مروجہ دیوان غالب کی طرح اس کی بھی اگر شرح ہو جاے تو وہ صرف مفید مطلب ہی نہین بلکہ عجیب بھی ہو گی مگر اس ارادہ کا قوت سے فعل مین آنا اور اس خیال کا عملی جامہ پہننا کوئی آسان بات نہ تھی ایک دو کاوٹین نہین بلکہ متعدد موانع موجود تھے - اشغال کی کثرت - فرصت کی کمی - غور و فکر کے لئے موقعہ نہ ملتا - کلام کا غایر نظر سے مطالعہ کر کے قابل شرح شعرون کا انتخاب اسپر سب سے بڑی کمی اس بات کی کہ لکھ بھی لین اور شرح کر بھی ڈالین تو کون چھاپے گا اور کون خریدے گا یونہی ایک فرقہ ہے جو اس کلام کو دیکھکر چین بر جبین ہے اور اپنی معلومات کی بنا پر قیاسی بنیادین قائم کر کے یہ کہتا پھرتا ہے کہ یہ کلام ہرگز غالب کا

کلام نہین ہے پھر بھلا اس کوشش اور سعی کو نظر استحسان سے کون دیکھے گا۔ اور کہان سے اس کے قدردان پیدا ہون گے۔

مندرجہ بالا موانع کے باوجود بھی مین نے ہمت نہین ہاری اور اس شغل کو جاری رکھا۔ اُن شعرون کو پڑھتا رہا اور وقت بے وقت اپنے ضروری وقت کو معانی کی گتھیان سلجھانے مین صرف کرتا رہا جب جب ممکن ہوا کاغذ پر بھی کچھ نہ کچھ لکھتا رہا۔

غالب کے انداز بیان۔ اُلجھی ہوئی ترکیبون۔ نامانوس بندشون نے میرا کافی وقت صرف کیا۔ ہوا یہ کہ بیشتر اشعار کے ایک وقت مین کچھ معنی سمجھے دوسرے وقت کچھ سمجھے اہل نظر سے محاکمہ اور فیصلہ کا خواستگار رہا۔ بہت سے فیصلے ہو گئے اور بہت سی جگہ رہنما اور رہبر بھی راہرو اور رہ نورد بنکر رہ گئے۔ اور ہان مین ہان ملانے کے سوائے نہ کوئی حتمی رائے دی اور نہ کوئی قطعی فیصلہ کیا ایسے شعرون مین مین نے یہ کیا کہ جو جو معنی میری سمجھ مین آئے وہ سب لکھدیے۔

اب مین مرزا کے اسی کلام پر مخصوص طور سے ایک دوسری نظر ڈالنا چاہتا ہون اور بتاتا ہون کہ اس مین کیا ہے اور اس کے ظاہری اجزائے ترکیبی مین کون کون سے عناصر کام کر رہے ہین۔

(۱) اگرچہ یہ کہنا کچھ کارآمد اور ضروری نہین ہے کہ ان کے اس کلام مین قریب قریب سبھی مروجہ بحور موجود ہین اور اس صورت سے عروض کی پوری پوری خانہ پُری ہو جاتی ہے۔ پھر بھی ان لوگون کی خاطر سے جن کو عروض و تقطیع کے جھگڑون اور زلزلون مین لطف آتا ہے یہ نہ بتانا ایک کمی کے طور پر محسوس کیا جائے گا۔ مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہنا ہے کہ مرزا اُن شاعرون مین نہین تھے جو عروض دانی ہی کو کمال شاعری سمجھتے تھے انہون نے انہین بحرون کو اپنے دیوان مین جگہ دی جنکو لکھنے کے بعد بھی شاعر شاعر ہی معلوم ہوتا ہے وہ جانتے ہون یا نہ جانتے ہون اس سے بحث نہین ہے پھر بھی اس طرف ان کی توجہ منعطف نہین ہوئی ہے جن بحرون مین زحافون کی فراوانی نے آشوب مذاق برپا کر رکھا ہے۔

(۲) اُن کا یہ کلام بھی کئی حصون پر منقسم ہوتا ہے ایک وہ غزلین ہین جنمین کا

کوئی شعر مروجہ دیوان مین نہین ہے۔ اور وہ سر سے پاؤن تک انتخاب کے سیلاب مین غرق ہو گئی ہین دوسرے وہ اشعار ہین جو اسی موجودہ دیوان کی غزلون مین سے چنکر جدا کر دیے گئے ہین اس قسم کے اشعار کے دو حصے کیے جا سکتے ہین ایک وہ جو بالکل نئے شعر ہین ان مین خیال بھی نئے ہین باتین بھی جدا ہین دوسرے وہ اشعار ہین جو اسی دیوان کے اشعار کا نقش اول ہین اور کچھ الفاظ کے تغیر اور تبدل کے بعد ان کو متداول دیوان مین جگہ دیدی گئی ہے اور پھر ان مین بھی دو تقسیمین ہین ایک اس قسم کے شعر ہین جو اصلاح کے بعد ایسے بدل گئے ہین کہ پہچانے ہی نہین جاتے دوسرے وہ ہین جن کے خط و خال اب بھی نمایان ہین اور صرف چند الفاظ بدلے ہین باقی وہی ہین۔

(۳) بندش کی حیثیت سے بھی دو قسم کے شعر پائے جاتے ہین یا سہل ہین یا بعید الفہم ترکیبون سے لبریز پھر سہل مین بھی اگرچہ سہل ممتنع اشعار کا پتہ نہین مگر یہ بھی دو طرح کے ہین یا تو ایسے ہین کہ ان کی شرح کی ضرورت ہی نہین ہے۔ پڑھیے اور سمجھ لیجیے اور یا ایسے کہ سہل تو ہین مگر پھر بھی اُن کی شرح کی ضرورت ہے۔ بعید الفہم اشعار بھی دو قسمون پر تقسیم کر لیجیے یا وہ ہین جو کوشش کرنے کے بعد سمجھ مین آجاتے ہین اور کسی نہ کسی صورت سے شارح کی محنت ٹھکانے لگ جاتی ہے اور وہ اُن کے معانی پر کچھ نہ کچھ رائے زنی کر سکتا ہے یا ایسے ہین کہ ادراک کی قوت کو تھکا دیتے ہین ذہن کی رسائی کو عاجز کر دیتے ہین۔ واہمہ اگر خلاقی کر کے کچھ اچھے بُرے معنی پیدا بھی کرتا ہے تو دماغ اُن سے مطمئن نہین ہوتا۔ اور اپنے پُر کرنے کے لئے ہل من مزید کی صدا آخر تک بلند کرتا رہتا ہے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مین اس ترکیب صوری کی آسانی کے لیے کچھ مثالین پیش کر کے اپنے مذکورہ بالا دعوؤن کا ثبوت دیدون۔ پہلے اُن بحرون کو دیکھیے جن کو بجنوری مرحوم نے از روئے اقلیدس خطوط منحنی اور دوائر سے مشابہ کر کے دقتان وخزان کے نام سے یاد کیا ہے۔

کہتے ہو نہ دینگے ہم دل اگر پڑا پایا
دل کہان کہ گم کیجیے ہم نے مدعا پایا

اسی غزل مین اور بھی بہت سے اشعار غیر مطبوعہ ہین جن کا ایک شعر نقل کے لئے کافی ہے۔

ہر کہان تمنا کا دوسرا قدم یارب
ہمنے دشت امکان کو ایک نقش پا پایا

یا عجب نشاط سے جلاد کے چلے ہین ہم آگے کہ اپنے سایہ سے سر پاؤن سے ہے دو قدم آگے

اس غزل کا اور کوئی شعر اشعار غیر مطبوعہ مین نہین ہے مگر ایسی ہی اور کئی غزلین موجود ہین جن مین سے ایک یہ ہے۔

نظر بنقص گدایان کمال بے ادبی ہے
کہ خار خشک کو بھی دعوئ چمن نسبی ہے

دونون بحرون مین فرق ہی مگر اپنی خمیدگی کے لحاظ سے دونون برابر ہین اور لیجئے میر کی مخصوص بحر ملاحظ فرمایئے۔

وحشی بن صیاد نے ہم رم خوردون کو کیا رام کیا
رشتۂ چاک جیب دریدہ صرف قماش دام کیا

یہ بھی پوری غزل موجود ہے اور اسی قسم کی اور بحرین بھی پائی جاتی ہین مگر ڈاکٹر بجنوری مرحوم کا یہ دعوی کسی صورت سے صحیح نہین ہے کہ، کوئی آسان سے آسان اور مشکل سے مشکل بحر ایسی نہین جس مین مرزا نے کلام موزون نہ کیا ہو۔ یہ ناواقفی فن کی دلیل ہے یا خوش عقیدگی کی اس کا کوئی ثبوت اُن کے دیوان سے نہین ملتا۔ اور ایک مرزا غریب ہی کے دیوان کو کیون پیش نظر رکھا جائے مجھے کسی اُردو کہنے والے شاعر یا کسی فارسی کہنے والے کا دیوان اس معیار پر پورا اُترتا نظر نہین آتا۔ میری نظر مین اس فرض کو فارسی گویون مین شمس تبریز رحمتہ اللہ علیہ کے کلیات مین پورا کیا گیا ہے مگر وہان بھی خدا معلوم کتنی کمی رہ گئی ہے۔

(۲) اُن غزلون کو لیجئے کہ جن کا کوئی شعر مروجہ دیوان مین نہین ہے تو وہ بہت کافی تعداد مین آپکو ملین گی۔ چنانچہ ان غزلون مین کا کوئی شعر دیوان مطبوعہ مین نہین ہے۔

شب کہ دل زخمی عرض دو جہان تیر آیا نالہ بر خود غلط شوخی تاثیر آیا

سیر آنسوئے تماشا ہے طلبگارون کا خضر مشتاق ہے اس دشت کے آوارونکا
عیادت سے زبس ٹوٹا ہے دل یاران غمگین کا نظر آتا ہے موئے شیشہ رشتہ شمع بالین کا

وردِ اسم حق سے دیدار صنم حاصل ہوا
رشتۂ تسبیح تار جادۂ منزل ہوا

اس قسم کی غزلین قریب قریب سبھی ردیفون مین ہین اور اچھی خاصی تعداد مین ہین۔

وہ اشعار بھی بہت سے ہین جو مطبوعہ دیوان کی غزلون مین سے چنکر جدا کر دیئے گئے ہین نمونہ کے لئے الف کی ردیف کی ابتدا سے دو تین غزلون کی تفصیل لکھتا ہون۔

نقش فریادی ہے کس کی شوخی تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکر تصویر کا

یہ پہلی ہی غزل ہے جس مین مطبوعہ پانچ شعر ہین مگر پانچ ہی غیر مطبوعہ ہین۔

اس غزل مین سے

شمار سجہ مرغوب بت مشکل پسند آیا
تماشائے بیک کف بُردن صد دل پسند آیا

مین مطبوعہ اشعار چار ہین مگر غیر مطبوعہ پانچ شعر اور ہین۔

اس غزل مین سے

تیشے بغیر مر نہ سکا کوہ کن اسد
سرگشتۂ خمار رسوم و قیود تھا

چھ شعر ملتے ہین مگر چھ غیر مطبوعہ بھی ہین۔ غرضکہ بہت سی غزلون مین یہی صورت ہے۔ وہ غیر مطبوعہ اشعار بھی بہت سے ہین جو بالکل نئے ہین ان کا نقل کرنا اس لئے فضول ہے کہ جب یہ بتا دیا گیا کہ بہت سی سالم غزلین غیر مطبوعہ ہین تو پھر اب ایسے اشعار کے شمار کرانے کی کیا ضرورت باقی رہی۔ ہان وہ اشعار جو مروجہ بہت سے شعرون کے نقش اول ہین لکھنے کی ضرورت ہے وہ بھی کثیر تعداد مین ہین مگر مین نمونتاً چند شعرون پر اکتفا کرتا ہون۔ یہ شعر

بسکہ ہون غالب اسیری مین بھی آتش زیر پا موئے آتش دیدہ ہے حلقہ مری زنجیر کا

پہلے یون تھا۔

آتشین پا ہون گداز وحشت زندان نہ پوچھ
موے آتش دیدہ ہی ہر حلقہ یان زنجیر کا

یا یہ شعر بوے گل۔ نالۂ دل۔ دود چراغ محفل
جو تری بزم سے نکلا وہ پریشان نکلا

اس کا پہلا مصرع پہلے یون تہا ۔

عشرت ایجاد چہ بوے گل و کو دود چراغ
جو تری بزم سے نکلا سو پریشان نکلا

یہ تو ہو اُن اشعار کا حال جن مین کہین کہین پورے پورے مصرعون کو بدل دیا ہو اور کہین اس سے بھی زیادہ تصرف کیا ہو مگر اس سے بھی زیادہ وہ اشعار ہین جن مین صرف ایک ایک دو دو لفظ بدلے ہین اور باقی جیسے پہلے تھے ویسے ہی مروجہ دیوان مین ہین۔ اُن کی مثال کے لئے کہان تک اشعار پیش کئے جایئن بہت سے ایسے گروہ اشعار جن کے خط و خال بھی نہین پہچانے جاتے کم ہین۔ اور نہ پہچانے جانے کی خاص وجہ یہ ہے کہ اُن مین الفاظ کا تغیر معمولی نہین ہو بلکہ لفظ بھی بدل دیے ہین زمین شعر بھی بدل دی ہو کہین بحر بھی بدل دی ہو اور تھوڑا بہت خیال مین بھی تصرف کیا ہو مثال کے طور پر اس شعر کو لیجیے ؎

نہین ذریعہ راحت جراحت پیکان
وہ زخم تیغ ہے جس کو کہ دل کشا کہیے

پہلے یہ خیال اس صورت مین تہا۔

جس قدر جگر خون ہو کوچہ دادن دل ہو
زخم تیغ قاتل کو طرفہ دل کشا پایا

یا یہ شعر ؎

پر تو خور سے ہے شبنم کو فنا کی تعلیم ہم بھی ہین ایک عنایت کی نظر ہونے تک

پہلے ایک جگہ اسی مضمون کو یون کہا تہا ؎

خور شبنم آشنا نہوا ورنہ مین اسد سر تا بپا گزارش ذوق سجود تہا

یا یہ دو شعر ؎

لرزے ہی موج مے تری رفتار دیکھ کر ثابت ہوا ہے گردن مینا پہ خون خلق
آبگینہ تندی صہبا سے پگھلا جاے ہے ہاتھ دھو دل سے یہی گرمی گر اندیشے مین ہو

پہلے شعر مین صرف لرزش موج کا خیال ہو اور دوسرے مین آبگینۂ صہبا گداز کا بیان ہو مگر دونون کو ایک شعر مین پہلے یون کہا تہا۔

ہجوم فکر سے دل مثل موج لرزے ہے
کہ شیشہ نازک و صہباے آبگینہ گداز

بعض ایسے شعر بھی ہین جو کہے گئے ہین ایک دوسرے کی مدد سے اور یکے بعد دیگرے ہین مگر وہ دونون انتخاب ہو کر مطبوعہ دیوان مین آگئے ہین جیسے یہ شعر ؎

ہیولی برق خرمن کا ہی خون گرم دہقان کا مری تعمیر مین مضمر ہو اک صورت خرابی کی
برق خرمن راحت خون گرم دہقان ہو کارگاہ ہستی مین لالہ داغ سامان ہے

یا یہ شعر ؎

کہ ہر اک قطرۂ خون دانہ ہی تسبیح مرجان کا بیان کیا کیجیے بیداد کاوشہاے مژگان کا
نگین نام دلبر ہی مرا ہر قطرہ خون تن مین ودیعت خانۂ بیداد کاوش ہاے مژگان ہون

دونون شعر ظاہراً شاید کیسکو جدا معلوم ہون مگر معترض خون کے قطرون کی تشبیہ کو دیکھے گا تو اچھی طرح سمجھے گا کہ کاوش مژہ نے ایک کو نگین بنایا ہے اور ایک کو مرجان اور نگین و مرجان مین کچھ بڑا فرق نہین ہو۔ رہو وہ شعر جو سہل ہین اور ان کی شرح کی ضرورت نہین ہو ان کی مثال مین یہ اشعار پیش کئے جا سکتے ہین مگر اس قسم کے شعر صرف براے نام ہین۔

ظلم کرنا گداے عاشق پر نہین شاہان حسن کا دستور
دوست تو مجھ ستم رسیدہ سے دشمنی ہے وصال کا مذکور
شیخ جی کعبہ کا جانا معلوم آپ مسجد مین گدہا باندہتے ہین

نہ بجاے نامہ لگا دی بر لب پیک نامہ رسان
قاتل تمکین سنج نے یون خاموشی کا پیغام کیا

اسی طرح ان اشعار کی تعداد بھی بہت کم سمجھنا چاہیئے جو بے حد سہل ہین مثلاً

نہ پوچھ حال شب و روز ہجر کا غالبؔ — خیال زلف و رخ دوست صبح و شام رہا
لگے نہ رنگ سرِ یار کے دست نگارین سے — سجاے زخم گل برگوشۂ دستار ہو پیدا

جاتا ہون جدہر سب کی اُٹھے ہے اُدہر انگشت
یکدست جہان مجھ سے پھرا ہی مگر انگشت

بعید الفہم اشعار سے تو دیوان ہی بھرا ہوا ہے اُن کا گنانا نہ گنانا سب برابر ہے انہین سے اس قسم کے اشعار پیش کرنا بھی بے سود ہے جو کسی طرح سمجھ مین نہین آتے کیونکہ میرا عذر نا فہمی اپنی کوتاہی ادراک کے مطابق ہوگا - یا اُن لوگون کے موافق کہ جن سے مین نے بعض اشعار کے معنی مین مشورہ کیا - سواس کے لئے یہ تو ضروری ہی نہین کہ تمام دنیا مجھی سی ہو جائے ممکن ہے کہ اور لوگ سمجھ لین اور ان کی قوت ادراک وہان تک پہنچ سکے جہان تک مین نہین پہونچا -

معنوی حیثیت سے دیکھئے تو غیر مطبوعہ دیوان غالب مین بقول مصنف کے ایسے اشعار بہت زیادہ ہین جن کی بنیادین خیالی مضامین پر رکھی ہوئی ہین اور جو واقعات سے کوسون دور ہین مثال کے طور پر بعض اشعار ملاحظہ فرمایئے -

کہنا یہ ہو کہ لالہ کا پھول ایک مسافر ہے جس کو بہار فرصت ہستی کی کمی کا راز معلوم ہو اور وہ دنیا کی بے بقائی کو خوب جانتا ہے اسواسطے وہ راہ مین کسی جگہ ذوکش ہونا اور قیام کرنا بالکل بیکار اور غیر ضروری سمجھتا ہے - اور عیش و سرور کو صرف اتنا ہی مدنظر رکھتا ہو کہ محل کے اوپر ہی ایک جام بادہ پی لیتا ہے اور رخصت ہو جاتا ہے محل وہی شاخ ہے جسپر پھول کھلتا ہے اور جام بادہ پھول کے لئے خود اس کا وجود ہے - اس مضمون کو اس طرح کہا ہے -

ہوئی جس کو بہار فرصت ہستی سے آگاہی
برنگ لالہ جام بادہ برمحمل پسند آیا

یا وہی شعر جسکی شرح مین پہلے لکھ چکا ہون -

خاکبازی امید کارخانۂ طفلی
یاس کو دو عالم سے لب بخندہ وا پایا

راہ خوابیدہ یعنی وہ راستہ جو کم چلتا ہے ایک درس آگاہی کے لئے گردنکش تھی مگر

میرا نقش قدم زمین کے لئے ایک سیلی استاد کا کام دے گیا -

رہ خوابیدہ تھی گردنکش یک درس آگاہی
زمین کو سیلی اُستاد ہے نقش قدم میرا

فصل بہار کی تاثیر سے آتش کا رنگ بدل گیا ہو لہذا شمع اپنے پاؤن کا کانٹا چراغ گل لیکر ڈھونڈھ رہی ہے - چراغ گل اسی شعلہ کو کہا ہے جو شمع مین موجود ہوتا ہو -

زبس آتش نے فصل رنگ مین رنگ دگر پایا
چراغ گل سے ڈھونڈے ہو چمن مین شمع خار پا

ہواے صبح گل کی گریبان چاکی کے سبب سے پریشان ہو لہذا اگر تجکو بھی غمخواری کرکے میرا حال دریافت کرنا ہے تو وہان زخم پیدا کرکے مجھ سے حال دریافت کراسکے بغیر میرا دریافت حال ناممکن ہو کہتے ہین کہ

ہواے صبح یک عالم گریبان چاکی گل ہو
وہان زخم پیدا کر اگر کہاتا ہے غم میرا

اسی قسم کے سیکڑون اشعار ہین جنکی بنا صرف خیال پر ہے انہین مین بعض شعر واقعاتی بھی شامل ہین مگر استعارے اور تشبیہین اتنی بھری ہوئی ہین کہ انہون نے ہر شعر کو الجھا دیا ہے اسی استعارہ در استعارہ اور تشبیہ در تشبیہ کا یہ عالم ہو کہ شعر کے سلجھانے اور سمجھنے مین پوری پوری قوت صرف کرنا پڑتی ہے اسپر بھی جہان نامانوس ترکیبون کا جال بچھا دیا ہے وہان تو شارح کا دماغ صید رم خوردہ بن جاتا ہے یا حلقون مین پھنس کر رہ جاتا ہو اور گھنٹون اس فکر مین رہنا پڑتا ہو کہ کس طرح اس دام خم بخم سے اپنے آپ کو نجات دی جاسے - اور کیونکر ان الجھے ہوے پھندون سے نکلا جائے -

بعض ترکیبین ایسی بھی ہین جو حرف مشدد کا کام دے رہی ہین ادہر بھی انکے معنی لگتے ہین اور اُدہر بھی - یون بھی معنی پیدا ہوتے ہین اور یون بھی وہان بھی عجیب و غریب کشمکش کا عالم پیدا ہو جاتا ہے اور شارح کے واسطے مشکلات کے سیکڑون دروازے کھل جاتے ہین - جہت ترجیح کو معین کرنا تو کجا معنی لکھنا اور کسی مطلب کا بیان کرنا دشوار ہو جاتا ہے - مثلاً

نہ بھولا اضطراب دم شماری انتظار اپنا
کہ آخر شیشۂ ساعت کے کام آیا غبار اپنا

اسکے دو معنی پیدا ہوتے ہین یا میرا اضطراب دم شماری کبھی اپنے انتظار کو بھول نہ سکا یا میرا انتظار اضطراب دم شماری کو نہین بھولا - یا

بت پرستی ہے بہار نقشبندیہائے دہر
ہر صریر خامہ مین یک نالۂ ناقوس تھا

اس مین بھی دو صورتین ہین - بہار نقشبندیہائے دہر مت پرستی ہے یا بت پرستی سے بہار نقشبندی دہر پیدا ہوتی ہے - اس شعر مین اگرچہ مصرع ثانی ایک جہت معنی کو مرجح قرار دیدیتا ہے مگر ہر شعر اور ہر مصرع مین یہ صورت نہین ہے اور انتخاب کی زحمت کی جاے تو اس قسم کے اشعار کی تعداد بہت زیادہ ہے -

یہ مشکلین تھین جو مرزا کے اس کلام غیر مطبوعہ کی شرح مین حایل تھین - مگر پھر بھی - ع

شوق در ہر دل کہ باشد رہبرش درکار نیست

مین برابر اس کی تگ و دو مین لگا رہا - اور دو تون تک گاہ و بیگاہ اس سلسلہ کو جاری رکھا پھر بھی کوئی خاص ارادہ اس کے طبع کرنے کا نہ تھا مگر ع

مردے از غیب برون آید و کارے بکند

اتفاق وقت کہ میری لکھی ہوئی شرح دیوان غالب جو صدیق بکڈپو مین طبع ہوئی ہے ختم ہوگئی اور ارادہ ہوا کہ اس کو دوبارہ طبع کیا جاے - مولانا محمد صدیق صاحب مالک صدیق بکڈپو نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اس مین اگر غالب کے وہ اشعار بھی شامل کر دیے جائین جو اگرچہ طبع ہوگئے ہین مگر مطبوعہ دیوان مین شامل نہ ہونے کی وجہ سے اب تک منظر عام پر نہین آے ہین تو شرح مکمل ہوجاے - مین نے بھی اس راے مین کوئی خرابی نہ دیکھتے ہوے قبول کرلیا اور ارادہ کیا کہ بعض ایسے اشعار کا شرح مین اضافہ کر دیا جاے جو اس دیوان کے اشعار سے ملتے جلتے ہون - اور جو بے تکلف کھپ جائین - ارادہ ابھی معرض التوا مین تھا اور دماغ ہنوز اس فکر مین سرگرم کار تھا کہ مولانا کو معلوم ہوا کہ ڈاکٹر

عظمت الٰہی سلونوی اڈیٹر اخبار قیامت کے پاس ایک بیاض ہے جو انکو بالکل غیر متوقع طور پر کسی جگہ سے ہاتھ لگ گئی ہے - اس مین پندرہ بیس غزلین ایسی ہین جو اس دیوان مین بھی نہین ہین جو حمیدیہ نسخہ کے نام سے موسوم ہے مولانا نے نہایت عجلت کے ساتھ ڈاکٹر صاحب سے مل کر اس بات کو معلوم کرلیا کہ جو کچھ سنا ہے وہ صحیح ہے مین نے خود بھی اس بیاض کو ڈاکٹر صاحب کے پاس دیکھا تھا مگر کبھی اس کے حاصل کرنے کا اس واسطے خیال نہین آیا تھا کہ وہ خود اس کے طبع کرنے کا ارادہ رکھتے تھے - اور اس کا کبھی کبھی مجھ سے ذکر بھی کیا تھا - مگر مولانا صدیق صاحب نے کوشش بلیغ کر کے اس بیاض کو حاصل کرلیا - اور اب مین نے اپنے پہلے ارادہ کو بدل کر یہ ارادہ کیا کہ اس کلام غیر مطبوعہ کے ساتھ اس بیاض کی غزلون کو بھی شریک کر دیا جاے گا تو اُن کی شرح کی ایک خاصی ضخیم کتاب ہوجاے گی - اسی خیال پر کاربند ہوکر خدا کا نام لیکر مین نے شرح لکھنا شروع کر دی - شرح کس انداز پر لکھی ہے اس کی توضیح تو آخر مضمون مین لکھون گا پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس بیاض کے متعلق مفصل طریق پر کچھ لکھدیا جاوے -

یہ بیاض مکمل نہین معلوم ہوتی اس لئے کہ اس مین صرف ایک جزو ہے اسی سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کسی ضخیم بیاض سے کسی صورت سے جدا ہوگیا ہے - اس کی دوسری دلیل یہ بھی ہے کہ یہ جزو جزو اول ہے - بلکہ یہ ایک کشکول کا ابتدائی حصہ ہے کیونکہ اس مین غالب کے اشعار کے علاوہ دوسرے اساتذہ کے بھی بعض شعر ہین اور آخر مین کچھ نسخے کچھ تعویذ وغیرہ بھی ہین غزلون کی ترتیب بھی اس صورت سے ہے کہ اول مین مرزا کی غزلین ہین اور آخر مین دوسرے لوگون کی اُن مین بھی بعض غزلین ملی جلی ہین -

یہ بیاض قدیم زمانہ کی روش کے مطابق تمام و کمال ایک ہی خط مین لکھی ہوئی ہے اور ایک ہی کاغذ روشنائی ہے اسی وجہ سے یہ بات آسانی سے سمجھ مین آجاتی ہے کہ کسی دوسری جگہ سے اس بیاض پر غزلین وغیرہ نقل کی ہین

میرے خیال مین کم ازکم ساٹھ ستر برس ادہر کی نہین تو چالیس پچاس برس ادہر کی لکھی ہوئی ضرور ہی اس کا کاغذ ہی قدیم ہے۔ طرز تحریر جدید تمام تر قدیم وضع پر ہین۔

آب رسیدہ ہی اور اسیوجہ سے بعض جگہ سیاہی پھیل گئی ہے اور بعض مصرعے نہین پڑہی جاتے بوسیدہ تو نہین ہے مگر کرم خوردہ ہی۔ کہین کہین زمانہ کے استداد کی وجہ سے اتنی فرسودہ ہوگئی ہی کہ بعض مصرعے غائب ہین یا نہین پڑہے جاتے۔ حاشیہ پر چوہون کے دانتون کی دست درازیان بھی ہوئی ہین۔ اور اُن سے بھی اچھا خاصہ ایک گلکاری کا منظر پیش ہوگیا ہے۔

اس کے پہلے صفحہ پر ایک عبارت درج ہے۔ جو بجنسہ دوسری جگہ آپ ملاحظہ فرمائین گے۔ اس مین درج ہے کہ کوئی صاحب شاگرد تھے ان کو مرزا نے وقت بے وقت رام پور مین یہ غزلین لکھوائین اور وہ ان کے پاس رہین ان کا خیال تہا کہ جب دیوان طبع ہوگا تو یہ غزلین بھی اس مین شریک کردی جاوین گی مگر نہ معلوم کیا اسباب پیش آے کہ یہ ارادہ پورا نہ ہوسکا اور وہ غزلین شریک دیوان نہ ہوئین۔

تعجب اس بات کا ہے کہ مرزا کے دوستون مین ایک شخص مولوی عبدالرزاق شاکر ضرور تھے مگر اور کوئی شاگرد بظاہر ان کے دوست نہ تھے اور ان شاکر کا یہانتک آنا ذرا دشوار تہا۔ مگر یہ صرف میرا خیال ہے ممکن ہے کہ وہی شاگرد کبھی رام پور آے ہون کیونکہ لکھنے والے صاحب رام پوری نہین ہین بلکہ شاہجہان آبادی ہین۔

بہرصورت زمانہ کے استداد نے اب اس بات پر ایک پردہ ڈال دیا ہی اور یہ معلوم ہونا دشوار معلوم ہوتا ہے کہ بیاض کے جمع کرنے والے کون صاحب تھے۔ مگر جہان تک میرا خیال ہے یہ بیاض اس اصلی بیاض کی نقل ہی اصل نہین ہی۔

اس بیاض مین اٹھائیس غزلین مرزا کی ہین اُن اٹھائیس مین دو غزلین وہ ہین جو مطبوعہ موجود ہین ایک یہ کہ

بہت سہی غم گیتی شراب کم کیا ہے
غلام ساقی کوثر ہون مجکو غم کیا ہے

مگر یہ مطلع نہین ہے بلکہ دوسرا یہ مطلع ہے ؎

رقیب پر ہی اگر لطف تو ستم کیا ہے
تمہاری طرز روش جانتے ہین ہم کیا ہے

یہ غزل دیوان مطبوعہ مین موجود ہے دوسری غزل یہ ہی ؎

مین ہون مشتاق جفا مجھپہ جفا اور سہی
تم ہو بیداد سے خوش اس سے سوا اور سہی

یہ غزل مطبوعہ دیوان غالب مین تو نہین ہے مگر اردوے معلی مین موجود ہے اور نواب علاءالدین خان علائی تخلص کے لئے لکھی ہے۔ چنانچہ مقطع مین لکھتے ہین ؎

مجھ سے غالب یہ علائی نے غزل لکھوائی
ایک بیداد گر سخت فسانہ اور سہی

اس کے علاوہ چکنی ڈلی کی تعریف مین یہ قطع جو مرزا نے کسی دوست کی فرمایش سے کلکتہ مین لکھا تھا بھی موجود ہے۔

ہی جو صاحب کے کف دست پہ یہ چکنی ڈلی
زیب دیتا ہی اسے جسقدر اچھا کہیے

یہ وہ غزلین ہین جو مطبوعہ موجود ہین اور اس بیاض مین بھی پائی جاتی ہین۔ یہ خیال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ ان غزلون کے اس بیاض مین موجود ہونے کی کوئی خاص وجہ نہین ہے مگر اس خیال سے ایک قسم کی تسکین ہوجاتی ہے کہ ممکن ہی مرزا نے یادداشت کے طور پر لکھادی ہون اور یہی سبب ہو کہ جس وجہ سے یہ اصل دیوان مین بھی موجود نہین ہین۔ ایک غزل کا ایک مطلع صرف بیاض مین ہے اور ایک نہین۔ کم کیا ہے اور ہم کیا ہے والی غزل کا یہ پہلا مطلع

بہت سہی غم گیتی شراب کم کیا ہے
غلام ساقی کوثر ہون مجکو غم کیا ہے

ممکن ہے کہ یہ غزل مرزا کو یاد ہو اور انہون نے اپنی یاد کی بنا پر مطبوعہ دیوان مین لکھوا کر ایک مطلع اور زیادہ کہہ لیا ہو۔

باقی تمام غزلین وہ ہین کہ جن کا کوئی شعر نہ مطبوعہ دیوان غالب مین ہے اور نہ غیر مطبوعہ مین اور اس کے متعلق کہین سے کوئی پتہ چلتا ہے۔ البتہ شرح لکھتے وقت بعض اشعار کی نسبت بعض لوگون نے کہا کہ یہ ہم نے پہلے بھی سُنے تھے۔

مین نے اس بیاض کو بعض ادیبون کو دکھا کر چاہا کہ اُن کی راے بھی حاصل کر لی جاے اور اس لئے سب سے پہلے اپنے معزز اور معتمد دوست مولانا نیاز فتحپوری کی خدمت مین یہ بیاض پیش کی جس مین سے انہون نے اکثر غزلون کو بطور انتخاب چُن لیا اور رسالہ نگار ماہ فروری ۱۹۳۱ء مین اُسپر اپنی راے کا اس طرح اظہار فرما کر وہ انتخاب شائع کیا۔

"اس وقت غالب کے اُردو کلام کے دو مجموعے ملک مین نظر آتے ہین ایک وہ عام اور متداول نسخہ جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ مولانا فضل حق خیرآبادی کے مشورے سے غالب نے مرتب کیا تھا اور جسمین سے زیادہ تقیل اور دشوار اشعار نکال دیے تھے۔ دوسرا وہ جو نسخۂ حمیدیہ کے نام سے معروف ہوا اور جس کو ڈاکٹر بجنوری مرحوم نے کتب خانہ بھوپال کے ایک قدیم نسخے کے موافق مرتب کیا اور انجمن ترقی اُردو نے شائع کیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس نسخہ مین تمام وہ اشعار موجود ہین جنکے حذف کرنے کے بعد متداول نسخہ مرتب کیا گیا تھا۔

چونکہ کتب خانہ بھوپال کا نسخہ جس کے مطابق نسخہ حمیدیہ شائع کیا گیا ہے وہ ہے جسے خود غالب نے نواب بھوپال کے پاس حذف و اصلاح کے بعد روانہ کیا تھا۔ اس لئے خیال کیا جاتا تھا کہ اب کوئی حصہ کلام غالب کا ایسا نہین ہے جو شائع ہونے سے رہ گیا ہو لیکن حال ہی مین ایک قلمی بیاض صدیق بکڈپو لکھنؤ کو ایسی دستیاب ہوئی ہے جس مین متعدد غزلین غالب کی ایسی درج ہین جو نہ متداول نسخے مین پائی جاتی ہین نہ نسخہ حمیدیہ مین۔ اب یہان دو سوال پیدا ہوتے ہین ایک یہ کہ یہ غزلین واقعی غالب کی ہین یا نہین اور دوسرا

یہ کہ اگر غالب ہی کی ہین تو اس نسخے مین کیون نہین پائی جاتین جو بھوپال بھیجا گیا تھا۔ امر اول کے متعلق گفتگو فضول ہے کیونکہ غالب کا رنگ سخن ایسا نہین جو چھپا رہے اور جسپر دو رائین قائم ہو سکین رہ گیا امر ثانی سو یہ ہو سکتا ہے کہ بھوپال والے نسخہ کی ترتیب کے بعد غالب نے اور غزلین کہی ہون اور اُن مین سے بعض کسی نے اس بیاض مین نقل کر لی ہون۔ یا پھر یہ وہ غزلین ہون جو مختلف اوقات مین غالب نے بغیر مسودہ رکھے ہوے کسی کو سنائی ہون اور اُسنے محفوظ کر لیا ہو۔

بہرحال بیاض زیر بحث مین جتنی غزلین پائی جاتی ہین وہ یقیناً غالب کی ہین جیسا کہ اقتباس ذیل سے ظاہر ہوگا۔ معلوم ہوا ہے کہ صدیق بکڈپو ان کو معانی شرح کے علیحدہ یا دیوان غالب کے ساتھ ہی شائع کرانے کا ارادہ رکھتا ہے۔

نیاز

اسی طرح اپنے قابل دوست اور فاضل نقاد مولانا احمد صدیق صاحب مجنون گورکھپوری اڈیٹر ایوان کو بھی یہ بیاض مین نے دکھائی۔ انہون نے بھی بعض غزلون کا انتخاب شائع کرکے یہ راے دی ہے۔ وہ رسالہ ایوان جنوری ۱۹۳۱ء مین تحریر فرماتے ہین۔

غالب کا غیر مطبوعہ کلام

ابھی کچھ بہت عرصہ نہین گزرا جب کہ چند گنی ہوئی غزلونکو دیوان غالب کا نام دیا جاتا تھا اور غالب کے پوجنے والے اُنہین کو غنیمت سمجھ رہے تھے اس کے بعد نسخہ حمیدیہ شائع ہوا اور لوگون نے دیکھ لیا کہ یہ الہامی کتاب دراصل کتنی ضخیم اور کتنی ادق ہے۔ خیال کیا یقین تھا کہ غالب کا سارا سرمایہ سخن اب اُس سے زیادہ نہوگا۔ مین نے بھی یہی سمجھ کر نسخہ حمیدیہ کا مطالعہ کیا تھا۔ لیکن میری حیرت کی کوئی انتہا نہ تھی

جبکہ مین ابھی پچھلے ہفتہ لکھنؤ گیا اور اپنے مکرم دوست جناب مولانا عبدالباری آسی کے پاس ایک قلمی بیاض دیکھی جس مین علاوہ اور شعرا کے غالب کی بھی چند غزلین ہین - اُن مین ایک یا دو تو ایسی ہین جو نسخہ حمیدیہ اور دیوان غالب متداولہ دونون مین موجود ہین باقی سب غیر مطبوعہ ہین - بیاض یقیناً اب سے چالیس پچاس سال پہلے کی لکھی ہوئی ہے - کوئی شاکر شاہجہان آبادی تھے جو غالب کے ہمعصر تھے - اور جس زمانہ مین غالب رام پور مین مقیم تھے یہ بھی وہین موجود تھے - یہ بیاض اُنھین شاکر شاہجہان آبادی کی بیاض کی نقل ہے - غالب نے وقتاً فوقتاً شاکر کو یہ غزلین لکھوائی تھین طے یہ تھا کہ جب غالب ان غزلون کو طلب کرین گے تو شاکر ان کو بھیجدین گے اور وہ دیوان مین شامل کرلی جاوین گی - لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس کی نوبت نہین آئی - اور یہ غزلین کسی نسخہ مین درج نہو سکین -

یہ غزلین واقعی غالب کی ہین یا نہین اس کا ثبوت یون تو ایک یہ بھی ہے کہ ان مین ایک یا دو غزلین ایسی بھی ہین جو غالب کے مطبوعہ دیوان مین موجود ہین لیکن اگر اس دلیل سے برطرف ہوکر صرف رنگ کلام کو دیکھا جاے تو بھی کہنا پڑتا ہے کہ یہ غزلین غالب کی ہین - وہی بندش الفاظ وہی اختصار و بلاغت وہی دقت نظر وہی شاعرانہ جلال جس نے غالب کو غالب بنا دیا ہے - ان غزلو کی امتیازی شان ہے -

یہ غزلین قطعاً غالب کے درمیانی دور کی ہین - جب کہ انہین توازن اور اعتدال آچکا تھا - اور جبکہ اُن کے بہکنے مین دوسرون کو بھی مزا آنے لگا تھا - یعنی جبکہ اُن کی پیچیدہ خیالی اور مشکل بیانی مین سلاست اور شستگی رونما ہو چلی تھی - چار غزلین یہان درج کی جاتی ہین جن مین سے ایک مومن کی اُس غزل کے ساتھ کی ہے

جس کا ایک مشہور شعر یہ ہے ؎

ایک ہم ہین کہ ہوے ایسے پشیمان کہ بس
ایک وہ ہین کہ جنھین چاہ کے ارمان ہونگے

کچھ عرصہ سے نکتہ چین اور عیب بین نگاہین غالب کو طرح طرح بے نقاب کرتی رہی ہین اور غالب کا بُت توڑنے کی مسلسل کوشش ہوتی رہی ہے لیکن غالب ابھی غالب ہے - اور اُس کا بُت اپنی جگہ اسی طرح قائم ہے اور پوجنے والے اُس کو اسی طرح پوجتے ہین امید ہے یہ غزلین بھی تبرکات غالب سمجھی جاوین گی اور اُس کی قدر کی جائے گی -

مجنون گورکھپوری

۲۳ جنوری ۱۹۳۱ء

ان دونون موقر اور با اثر ہستیون کی راے سے قطع نظر کرکے ان غزلون کو جب غالب کے رنگ خاص کی روشنی مین لایا جاتا ہے تو صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ غالب کے سوا یہ کسی اور دماغ سے نکل ہی نہین سکتین - امتیاز کے لئے چند شعر ملاحظہ فرمائیے ؎

مستقل مرکز غم پر بھی نہین تھے ورنہ
ہم کو اندازۂ آئین وفا ہوجاتا

عشق کی کشاکش ایک مستقل کشاکش ہے اس کے غم و مسرت کا کوئی اعتبار ہی نہین - امید کی ایک جھلک دکھائی دیتی ہے اور وہ دل مین لاکھون ارمانون ہزارون تمناؤن کے انبار لگا دیتی ہے اور اس کے بعد ہی یاس کا سیلاب آتا ہے وہ اُن تمام ارمانون کو خس و خاشاک ساحل کی طرح بہالے جاتا ہے اور پھر نہ معلوم کس کس طرح منتشر کردیتا ہے - اسی حالت کو پیش نظر رکھتے ہوے شاعر نے کہا ہے کہ اگر ہم ہمیشہ غم ہی کے مرکز پر رہتے تب بھی اتنا غم نہ تھا - ہم کو کم سے کم اس سے یہ فائدہ ہوتا کہ ہم سمجھ لیتے کہ اس قدر غم اُٹھانا ہین اور اتنی وفا کرنے کی ضرورت ہے - مگر تم یہ ہوا کہ ہم غم مین بھی ایک حالت پر نہین رہے کبھی وہ

غم کم ہوا اور کبھی زیادہ ہوا اور اس سے ہم کو یہ نقصان پہونچا کہ آئین وفا کا پورا پورا اندازہ نہ کر سکے - اللہ اکبر ذرا اس مایوسی آمیز تمنا کو دیکھئے کیا کوئی شخص غالب کے سوا ایسے شعر کہہ سکتا ہے -

دشت وحشت میں نہ پایا کسی صورت سے سراغ
گرد جولان جنون تا کف پکا راہم کو

یہ نازک خیالی ممکن ہی نہین کہ غالب کے سوا اور کسی کے یہان پائی جائے - ع

گرد جولان جنون تا کف پکا راہم کو

ایک ایسا مصرع ہے جس کو کڑی کمان کا تیر کہہ سکتے ہین جس پر سیکڑون مضمون آفرینیان اور شوکت الفاظ قربان ہین -

قاعدہ ہے کہ گرد جولان جنون ساتھ ساتھ ہی رہتی ہے مگر اس جنون کے حدود کو دیکھئے جس مین وحشی کا پتہ گرد جولان جنون کو بھی نہ ملے -

سایہ سان افتادگی تھی عجز بسمل کی دلیل
لے اسد زور آزما بازوے قاتل کیا ہوا

قاتل بے رحم نے جو تکلیف گوارا کی کہ ایک بسمل کے قتل کے لئے زور آزمائی کی یہ زیادتی اور فضول کام تھا اس کی افتادگی کو دیکھنا چاہئے تھا - اور اسی سے اس کے عجز کا پتہ چلانا چاہئے تھا - تاکہ اس کو اس زحمت بیجا کی ضرورت ہی نہ پڑتی -

چونکہ شرح کرنے مین ایک تطویل لاطائل کا اندیشہ ہے اس لئے مین صرف ان اشعار کا انتخاب پیش کر کے اپنے اور ناظرین کے وقت کو بچانا چاہتا ہون - مگر اتنا ضرور ہے کہ مین اس مین یہ خیال رکھون گا کہ ہر قسم کے کلام کا نمونہ علیحدہ علیحدہ پیش کرون -

ہر طرح جو نازش سرمایۂ کونین تھا
کیا بتاؤن ہم تو تجھ سے کہ وہ دل کیا ہوا

نسیم مصر جب کنعان مین بوے پیرہن لائی
پئے یعقوب ساتھ اپنے نوید جان و تن لائی
وقار ماتم شب زندہ دار ہجر رکھنا تھا
سپیدی صبح غم کی دوش پر رکھ کر کفن لائی
وفا دامن کش پیرایۂ ہستی ہے اے غالب
کہ پھر نزہت گہ غربت سے تا حد وطن لائی

وہ رنگ ملاحظہ فرمائیے جو غالب کے لئے سرمایۂ نازش ہے -

نمایش پردہ دار طرز بیداد تغافل ہے
تسلی جان بلبل کے لئے خندیدن گل ہے
نمود عالم اسباب کیا ہے لفظ بے معنی
کہ ہستی کی طرح مجکو عدم مین بھی تامل ہے

اس شعر مین وہی پیش افتادہ بات ہے جو دیکھنے والون نے ہزارون شعرون مین دیکھی ہو گی - دنیا کی بے ثباتی کا ایک فلسفہ عام ہے جسے سب جانتے ہین مگر مرزا نے اپنا استدلال منطقی پیش کر کے اسے بالکل الگ کر لیا ہے مطلب یہ ہے - دنیا کی نمایش ایسی ہے جیسے ایک لفظ ہو جس کے کوئی معنی نہین ہین - پھر جب کوئی معنی نہین ہین تو معلوم ہوا کہ وہ ایک لفظ بے معنی ہے پھر جب بے معنی ہے تو اصل مین کچھ بھی نہ رہا ایک نمایش ہی نمایش رہ گئی - پھر جب ایک چیز اصل ہی مین کچھ نہین ہے اور جب اس کی ہستی ہی نہین ہے تو پھر عدم کا جھگڑا کیا اب سمجھئے - ع

کہ ہستی کی طرح مجکو عدم مین بھی تامل ہے

پہلے شعر مین خندۂ گل کو چراغ سے تشبیہ دیتے ہین اور اس صفائی سے تشبیہ دیتے ہین کہ ہر معمولی غور کرنے والا بھی یہ سمجھ لے گا کہ یہ غالب ہی کا رنگ ہے -

بدتر از ویرانہ ہے فصل خزان مین صحن باغ   خانۂ بلبل بغیر از خندۂ گل بے چراغ

یا یہ شعر ؎

ہان بغیر از خواب مرگ آسودگی ممکن نہین
رخت ہستی باندھ تا حاصل ہو دنیا سے فراغ
شورِ طوفانِ بلا ہو خندۂ بے اختیار
کیا ہو گل کی بے زبانی کیا ہو یہ لالہ کا داغ

صاف رنگ دیکھئے اور فیصلہ کیجئے کہ غالب کے سہل ممتنع اشعار سے انکا درجہ کیا کم ہے ؎

درد ہو دل مین تو دوا کیجئے
دل ہی جب درد ہو تو کیا کیجئے
ہم کو فریاد کرنی آتی ہے
آپ سنتے نہین تو کیا کیجئے
دشمنی ہو چکی بقدرِ وفا
اب حقِ دوستی ادا کیجئے

بعض غزلین اس مین اُن زمینون مین بھی ہین جو مرزا کے معاصرین کے یہان پائی جاتی ہین۔ چنانچہ حکیم مومن خان صاحب کی یہ مشہور و معروف غزل ؎

ناوک انداز جدہر دیدۂ جانان ہونگے
نیم بسمل کئی ہون گے کئی بیجان ہونگے

حقیقت یہ ہے کہ مومن نے اس غزل مین بعض بعض شعر ہمت شکن کہے ہین چنانچہ ان کا یہ مقطع ؎

عمر ساری تو کٹی عشقِ بتان مین مومن
آخری وقت مین کیا خاک مسلمان ہونگے

ایسا ہے کہ اس کا جواب ہونا دشوار ہو مگر مرزا نے بھی مقطع اپنے خاص انداز مین کہا ہو اور کیا خوب کہا ہے ؎

موت کا پھر زیست نہو جائے یہ ڈر ہو غالب
وہ مری قبر پہ انگشت بدندان ہونگے

اور ایک شعر اپنے رنگ خاص مین کہا ہے ؎

حسن بے پروا گرفتارِ خود آرائی نہ ہو
گر کمین گاہِ نظر مین دل تماشائی نہو

اس قدر اشعار نمونہ کلام کے لئے کم نہین ہین کہ اور زیادہ زحمت کی جائے پوری کتاب ہو اُس مین تمام غزلین مع شرح کے ہین۔ دیکھنے والے آپ ہی دیکھین گے اور اندازہ کرین گے مگر غالبًا اس قدر کاوش کے بعد مجھے یہ کہنے کا حق ہے کہ یہ غزلین یقینًا مرزا ہی کی ہین۔ جو ان کی اس زمانہ کی کاوشِ فکر کا نتیجہ ہین۔ جب وہ بیدل اور شوکت و جلال و اسیر کے رنگ کو چھوڑ چکے تھے اور ان کی قوتِ فکر سیدھی راہ پر آ گئی تھی۔ جب اُن کو خیالی مضامین کی جگہ واقعاتی اور جذباتی رنگ سے زیادہ لگاؤ ہو چلا تھا۔

یہ بات اب بھی رہی جاتی ہو کہ یہ غزلین کہان سے اور کیونکر بہم پہونچی ہین سو اس کے بارے مین جو کچھ مین پہلے لکھ چکا ہون وہ کافی ہے اور اصل تو یہ ہو کہ جب ہم سمجھ چکے ہین کہ یہ کلام مرزا کے سوا اور کسی کا ہو ہی نہین سکتا تو پھر کسی اور کاوش کی ضرورت ہی کیا ہو کہین سے ہم پہونچا ہو اور کسی طرح پہونچا ہو۔ بہر صورت کلام اُن کا ہے۔ شاکر اُن کے دوست مولوی عبدالرزاق تھے۔ خدا معلوم یہ وہی ہین یا اور کوئی۔

اُن کی دو غزلین۔ ایک یہ کہ ؎

بتائین ہم تمھارے عارض و کاکل کو کیا سمجھے

اور ایک یہ کہ ع

یا مجھے شبنمِ گریان ہی بنایا ہوتا
ورنہ یارب گلِ خندان ہی بنایا ہوتا

اس بیاض مین پائی جاتی ہین مگر ان مین سے دوسری غزل نواب الٰہی بخش خان معروف کے نام سے بھی ملتی ہے اور پہلی غزل غالب کے نام سے کسی

رسالے مین شائع ہو چکی ہے۔ دوسری غزل کو مین کبھی درج نہ کرتا اگر وہ مجھے ایک اور بیاض مین بھی غالب کے نام سے نہ ملتی اگرچہ اس مین بھی آخر مین تخلص معروف ہی کا ہے مگر پیشانی پر مرزا کا نام ہے۔ اس مین بہادر شاہ کی غزل بھی ہو۔ ممکن ہو کہ مرزا نے اُسی رنگ مین یہ غزل کہی ہو۔ اور دانستہ دیوان مین نہ لکھی ہو۔ بہرحال یہ مرزا کے رنگ کے خلاف ہے۔ پہلی غزل ذوق کی نکالی ہوئی زمین مین ہو جو یہ ہو؎

ترے کوچہ کو ہم بیمار غم دارالشفا سمجھے

اگرچہ اس مین بھی مرزا کا رنگ نہین ہو مگر بہت ممکن ہو کہ مرزا نے ذوق کے رنگ مین کہہ کر ضائع کر دی ہو۔ اس مین صرف تشبیہات ہین اور کچھ نہین۔

میرے پاس جو دوسری بیاض ہو اور جس مین علاوہ ان دو غزلون کے دو غزلین اور بھی اس بیاض کی ملتی ہین وہ بیاض ساٹھ پینسٹھ برس کی لکھی ہوئی ہے۔ اور اس مین جا بجا تاریخین بھی ہین۔ اس مین غالب کے علاوہ دوسرے اساتذہ کی غزلین بھی ہین۔ متفرق لوگون نے اس کو لکھا ہو اور جا بجا تاریخہائے تحریر بھی اس مین درج ہین۔ مگر اس کے اصل جامع منشی عبدالغفار متخلص بہ اختر الدنی ہین۔ جن کے اخلاف اب بھی قصبہ الدن مین موجود ہین۔ یہ بیاض بہت ہی قدیم ہے۔ دو غزلین مرزا کی ایسی اس مین اور بھی پائی جاتی ہین۔ جو اس بیاض مین بھی موجود ہین۔

مین نے ترتیب شرح مین کوئی خاص تفریق دونون کلامون مین نہین کی ہو۔ صرف یہ کافی سمجھا ہے کہ اس بیاض کی ہر غزل کے اول مین لفظ غیر مطبوعہ لکھ دیا ہے اور اسی پر اکتفا کی ہے۔

شرح کے بارے مین مجھے یہ عرض کرنا باقی رہ گیا ہے کہ اُن دقتون کو جو مین اسی مقدمہ مین لکھ آیا ہون نظر انداز کرنے کے بعد بھی غالب کی غزلین ایسی نہین رہ جاتین کہ آسانی سے اُسپر خامہ فرسائی کی کسی کو ہمت ہو

انمین بھی غور و فکر کی سخت ضرورت ہو اور مین نے کافی محنت کے بعد معنی بیان کئے ہین۔ ہان دو باتین ضرور مد نظر رہی ہین۔ ایک یہ کہ بیکار کا طول نہو اور جو کچھ لکھنا ہے وہی لکھون معانی کو سعدان بن لندہور کی داستان بنا کر وانظان گویون کا پیرو نہ بنون۔ دوسرے اکثر ترکیبون کو اصلی صورت سے شرح مین اس لئے لے آیا ہون کہ اُن کا ترجمہ کرنا اصل مطلب سے دور ہو جاتا ہے لہذا اس کا اظہار صرف اس غرض سے ضروری ہے کہ معترضین حضرات یہ فرمانے کی زحمت گوارا نہ فرمائین کہ نہایت اختصار سے کام لیا ہے۔

مین نے اپنی سمجھ کے موافق اور اپنے ادراک کے مطابق معانی بیان کئے ہین مگر مین جانتا ہون کہ میرے کسی فیصلے سے نقادون کی مطالب آفرین ذہنیت پر مہر خاموشی نہین لگ سکتی اور دوسرے معانی بیان کرنے کی گنجایش رہ جاتی ہو کیونکہ اس کلام سے نسبتاً کئی گنا وہ کلام آسان ہو جو مطبوعہ دیوان غالب مین ہو۔ جب آج تک اُن کے معنی اور مطلب سے اہل ادب مطمئن نہین ہوے اور روز نئی نئی کاوشین جدید شرحون کی تیاری مین پیش کی جا رہی ہین تو پھر اس کے مقابلہ پر یہ کلام تو سنگلاخ سے بھی زیادہ ہو اس سے کیونکر دنیا مطمئن ہو گی اور کیونکر صبر کے ساتھ اُن کو سُنے گی۔ کسی جدید تصنیف کا انعام اس زمانہ مین یہی ہے کہ لوگ اُسپر جی کھول کر اعتراض کرین اور غریب مصنف دم نہ مارے۔ پھر خلاف قانون قدرت میری شرح اور مین کیونکر ایسے اعتراضات سے بچ سکتے ہین۔ لہذا پہلے ہی اس کا شکریہ ادا کر کے اعتراضون کو تسلیم کئے لیتا ہون مگر گستاخی کی معافی چاہ کر اتنی گزارش ہو کہ اعتراض فرماتے وقت میری محنت پر نظر کرتے ہوے ایک مرتبہ اور صرف ایک مرتبہ از راہ انصاف اُن مطالب کو بھی غور سے دیکھ لیا جائے جو مین نے عرض کئے ہین تو بعید از بندہ نوازی نہو گا۔ اس سے زیادہ کسی صلے کی تمنا نہین اسی لئے مین چاہتا ہون کہ ایک مرتبہ ترکیب کے ساتھ پھر اپنی شرح کا طریقہ تشریح اہل نظر کو سمجھا دون اس کے بعد اس مقدمہ کو ختم کر دون۔

(۱) کسی ایسی جگہ جہان مجھے معانی کے بیان کرنے اور شعر کے سمجھنے مین دقت واقع ہوئی ہے وہان مین نے اہل نظر سے اس کی تحقیق کی ہے۔ اس مین دو صورتین پیدا ہوئی ہین۔ یا اہل نظر حضرات میرے موافق ہوے ہین اور یا مخالف۔ اگر موافق ہوے ہین تو پھر کوئی جھگڑا ہی نہین رہا ہے۔ مین نے وہ معنی لکھدیے ہین اور جہان مخالف ہوے ہین وہان دو صورتین مدنظر رہی ہین۔ کہین کہین اپنے خیال کے لکھنے کے بعد اُن حضرات کا خیال بھی ظاہر کردیا ہے اور دونون معنی اس صورت سے بیان کردیے ہین کہ یہ معنی بھی ہوتے ہین اور یہ بھی۔ بعض جگہ اُن کے خیال پر اور بعض جگہ اپنے خیال پر بہت ترجیح کو معین کردیا ہے مگر اس اشارہ سے اول سے آخر شرح تک احتراز کیا ہے کہ یہ معنی میرے ہین اور یہ فلان صاحب کے۔

(۲) جو معنی باوجود تحقیق و تفتیش کے بھی سمجھ مین نہین آئے وہان صاف صاف لکھدیا ہے کہ یہ معنی کچھ اچھی طرح سے ذہن نشین نہین ہوتے یا شعر کا کچھ حاصل سمجھ مین نہین آتا۔

(۳) مرزا کے غیر مطبوعہ کل کلام کو اس شرح مین نہین لیا گیا ہے بلکہ اُنمین سے اشعار منتخب کرلئے گئے ہین۔ کل کلام کی شرح نہ لکھنے کی وجہ خاص مین دو باتین پیش کی جاسکتی ہین۔ بعض اشعار کی پیچیدگی ترکیب اور ژولیدگی بیان نے اُن کے حل کرنے کی ہمت ہی نہ بندھنے دی لہذا ان کو نظرانداز کردیا۔ اور بعض اشعار ایسے تھے جنپر بار بار نگاہین ڈالین اور آخر مین حل ہو جانے کے بعد اُن سے کوئی نتیجہ خاص برآمد نہین ہوا۔ اور اُن کو شرح مین شامل کرنے کے لائق نہین سمجھا گیا بعض اشعار حل بھی ہوے اور اکثر ان مین سے ایسے بھی تھے کہ وہ داخل شرح کیے جاتے مگر معلوم ہوا کہ بالکل وہی شعر فارسی مین ہین یا ان مین فارسی اتنی شامل ہے کہ اردو مین لانے کی گنجایش ہی نہین ہے۔

(۴) قصائد غیر مطبوعہ کو جو بہت ہی کم تعداد مین ہین بالکل نہین لیا گیا اور اُنکی جانب توجہ نہ کرنے کی خاص وجہ یہ تھی کہ ان مین بیشتر وہی رنگ ہے جو قابل شمول نہین ہے اور اگر اتفاقیہ طور پر کچھ شعر ایسے ہین بھی جنپر اعتنا کی جاسکے تو وہ یون بیکار تھے

کہ شرح مین دو چار قصیدے بھی نہین کہ ان کے ساتھ یہ شعر بھی سمجھ جائین بہرحال وہ نہین لئے گئے۔

(۵) باوجود اس کے کہ دو ایک غزلین ایسی ہین جنھین مین جانتا ہون کہ یہ دوسرے لوگون کے نام سے بھی ملتی ہین اور ان مین غالب مرحوم کا رنگ بھی نہین ہے پھر بھی چونکہ قدیمی اور قطعی دو بیاضون مین ان کو غالب ہی کے نام سے دیکھا گیا اس لئے خوش عقیدگی ان کے نظرانداز کرنے پر رضامند نہین ہوئی۔ اور مجبوری اُن کو بھی لکھدیا گیا۔ اور یہ سمجھ لیا گیا کہ ممکن ہے یہ غزلین مرزا نے اپنی زندگی مین ان لوگون کو لکھ دیدی ہون۔ اُن کی زندگی تک اُن کی رہین اب وہ پھر بمصداق حق بحق دار رسید مرزا کی طرف پلٹ آئین۔

دو تین غزلین ایسی ہین جو رقعات مین شامل ہین دیوان مین نہین ہین اور جہان تک میرا قیاس ہے مرزا صاحب نے اپنے شکوہ کلام سے ان کو علیحدہ سمجھ کر داخل دیوان نہین کیا۔ مگر مرزا کی نظر اور تھی اور میرا خیال اور۔ وہ مصنف تھے مین شارح ہون میرا تو یہ فرض تھا کہ اگر ایسا کلام جو مغلق بھی نہو۔ نظرانداز ہونے کے قابل بھی نہو۔ اس مین اگر عیب ہو تو بس اتنا ہو کہ وہ سادہ ہو اتنی معانی آفرینی نہو۔ اگر اور کہین سے تھوڑا بہت بھی دستیاب ہو جائے تو مین شامل شرح کردون۔

(۶) اکثر اشعار کی شرح مین یہ کوشش کی ہے کہ وہی الفاظ باقی رہین جو مرزا نے شعر مین رکھے ہین اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر ان الفاظ کے معنی بیان کئے جاتے ہین تو شعر بالکل کھنکھنا ہو کر رہ جاتا ہے اور اسی ایک لفظ کے معنی بیان کرنے سے ہرگز ہرگز شعر مین وہ جان نہین رہتی جو اُس لفظ کے ہونے مین ہے۔ مجبوراً اسی لفظ یا اسی ترکیب کو رکھنا پڑا ہے اور ایک ہی دائرے مین رہ کر معنی سمجھا دیے ہین اور جہان تشریح کی ہے وہان سیکڑون دشواریون کا مقابلہ کیا گیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ مرزا کو الفاظ کے چننے اور ان کو برمحل صرف کرنے مین ایسا زبردست ملکہ قدرت کی طرف سے عطا ہوا تھا کہ وہ جس ایک لفظ کو چن کر رکھدیتے ہین اس پر گویا پوری عمارت شعر کی بناڈال دیتے ہین اگر اس کو نکال دیا جاے تو پورا شعر زیر و زبر ہو کر رہ جاتا ہے

اور باوجود تشریح کے شعر اور اُلجھ جاتا ہے۔ اس قسم کے اشعار مین ہیر پھیر کر وہی لفظ رکھے ہین اور شرح مین بھی لوٹ پھیر کر اُنھین لفظون کو لایا گیا ہے۔ ناواقف اسپر عدم اعتنا کا الزام دے سکتے ہین مگر جاننے والے سمجھ لین گے کہ اس مین غریب شارح کا قصور نہین ہے۔

(۷) جو شعر پہلے دیوان کی مطبوعہ غزلون کے ہین اُن مین یہ بتانے کی ضرورت نہین سمجھی گئی ہو کہ یہ فلان غزل کے شعر ہین اس لئے کہ جو لوگ دیوان کے مطالعہ سے پورے طور پر بہرہ ور ہو چکے ہین وہ خود ہی سمجھ لین گے اور جو نہین جانتے اُن کو یہ بتانا ہی فضول اور بیکار تھا۔ وہ لاکھ تشریحون کے بعد بھی نہین سمجھ سکتے۔

(۸) بادی النظر مین بعض شعرون کی شرح اُلجھی ہوئی معلوم ہوتی ہے مگر اُن پر یہ حکم لگا دینا سراسر جلد بازی اور سراسر خلاف انصاف ہے کہ یہ غلط ہے یا یہ مہمل ہے۔ ٹھنڈے دل سے اسپر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ مجھے اقتضا منظور تھا اس لئے صفحے کے صفحے رنگنے کے بجاے چند الفاظ مین اُن کے حل کرنے کی کوشش کی ہے۔

یہ اور اسی قسم کی بعض باتین شرح مین ہین جن پر غور و انصاف کی سخت ضرورت ہے۔ ورنہ مہمل اور غلط کا حکم لگا دینا تو ہمیشہ آسان رہا ہے اور رہے گا۔

عبدالباری آسی

۵ مارچ ۱۹۳۱ء لکھنؤ

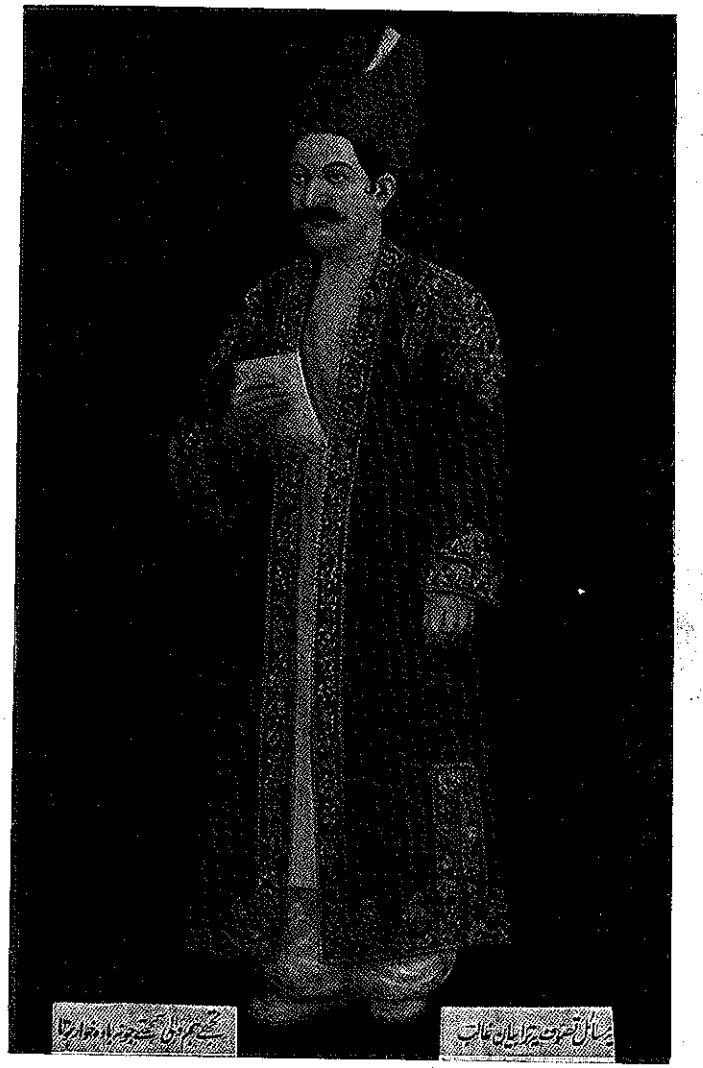

سید عرفان حسین شیرازی، ۱۸ جنوری ۱۹۳۲ء

سید سائل حسین شیرازی مالیات